

سوانح حیات ابوالبرکات سید حسن ^{رحمۃ اللہ علیہ} پشاور

الارشادات
ترجمہ
خوارق العادات

سید علامہ شاہ (کشمیر) بن سید محمد عابد (کشمیر) بن سید شاہ محمد غوث

(لاہور) بن سید ابوالبرکات سید حسن رحمہم اللہ (پشاور)

امام اہلسنت مفسر قرآن حضرت ابوالحسن سید محمد احمد قادری ^{ترجمہ} (پشاور)

خطیب جامع مسجد نریخان لاہور صدر مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان لاہور

شافع کمرہ :- (فقیر) سید محمد امین قادری گیلانی یکہ توت
پشاور شہر

سوانح حیات ابوالبرکات سید حسن ^(رحمۃ اللہ علیہ) پشاور

الارشادات

ترجمہ

خوارق العادات

سید غلام شاہ (کشمیر) بن سید محمد عابد (کشمیر) بن سید شام محمد ^(رحمۃ اللہ علیہ)
(لاہور) بن سید ابوالبرکات سید حسن رحمہم اللہ (پشاور)

امام اہلسنت مفسر قرآن حضرت ابوالحسن سید محمد احمد قادری ^(رحمۃ اللہ علیہ)

خطیب جامع مسجد نریخان لاہور صدر مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان لاہور

شائع کردہ :- (فقیر) سید محمد امجد شاہ قادری گیلانی یکم توت
پشاور شہر

مجاہد حقوق بحق شائع کردہ محفوظ ہے

نام کتاب _____ الارشادات ترجمہ خوارق العادات

مصنف _____ سید غلام شاہ رحمۃ اللہ علیہ (کشمیر)

نام مترجم _____ امام اہل سنت ابوالحسن سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ _____ خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور صدر کئی جمعیتہ علمائے پاکستان
پروفیسر محمد اقبال مجذبی سید ایم اے (لاہور)

کاتب _____ پیکھر آج قسَم قادری غفرلہ

مطبع _____ رضوان پرنٹنگ پریس پشاور

سن اشاعت _____ فروری ۱۹۹۲ء

شائع کردہ _____ (فقیر) سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی بیکہ توت پشاور

قیمت _____ پندرہ روپے صرف

ملنے کا پتہ
ناظم مکتبہ الحسن سید غلام احسن قادری گیلانی
بیکہ توت کوچہ آغا پیر جان پشاور

تعارف

عالم بے بدل، فاضل اجل، خطیب عظیم، مفسر قرآن، غازی کشمیر، مجاہد ملت، امام اہل سنت حضرت علامہ ابو الحسن
سید محمد احمد شاہ صاحب قادیانی تہمتی اشرفی قدس سرہ العزیز، صغیر پاک و ہند کے معروف دینی و سیاسی اور
 دینی و روحانی پیشوا شیخ الحدیث امام العارفین قدوة السالکین حضرت علامہ **ابو محمد سید دیدار علی شاہ صاحب**
 رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام و رضی اللہ عنہ سے ہو کر امام الاولیاء
 شیعہ خدائے امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ اکرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچا ہے۔

شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم حضرت حافظ عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ عبدالکیم صاحب رحمۃ اللہ
 علیہ سے حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور دیگر علوم متداولہ کی تکمیل اپنے والد گرامی قدر حضرت
سید دیدار علی شاہ صاحب کے علاوہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت **احمد رضا خان صاحب** بریلوی رحمۃ اللہ
 علیہ اور صدر الافاضل حضرت مولانا **نعیم الدین مراد آبادی** رحمۃ اللہ علیہ سے قرآنی طبیبانہ کے لئے جناب
 حکیم خواب حامی الدین صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد قدوة السالکین زبدۃ العارفین حضرت شاہ سید علی حسین صاحب
 الاشرافی المعروف اشرفیامیال صاحب سجادہ نشین کچھوچھو شریف کے دستِ حق پرست بیعت کی اور مرشد کامل
 نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 نے خلافت مرحمت فرمائی نیز آپ کو چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔

علامہ موصوف نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب کی خواہش پر لاہور کی تانچے جامعہ سید
 وزیر خان کی خطابت سنبھالی اپنے علم و فضل، خوش خلقی اور مدلل انداز بیان سے اہل لاہور کے دل موہ لئے
 اور سید وزیر خان کو لاہور کا دینی و روحانی علمی و ادبی اور تبلیغی و تدریسی مرکز بنادیا۔

آپ دین و سیاست میں تفریق کے قائل نہ تھے۔ اسی وجہ سے دینی خدمات کے ہمراہ سیاسی بھی بھر پور
 کردار ادا کیا۔ اپنے والد صاحب اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب کے شاہ نشاندہ دو قوی نظریہ کیلئے کام
 کیا اس مقصد کے لئے آل انڈیا اسمی کانفرنس کے انعقاد میں بھر پور گوش کی جس میں پانچ ہزار علماء و شائخ نے شرکت

کی قسبی اور پھر ان علماء و دانش کے تحریک پاکستان کو ملک بھر میں منظم کیا۔ قریب قریب گاؤں گاؤں، کھلی کھلی اور گھر گھر پہنچ کر لوگوں کو مسلم لیگ کی حمایت کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ آپ کی انہی خدمات کے پیش نظر علمائے اہل سنت نے آپ کی قیادت پر اتفاق فرمایا اور آپ مرکزی جمعیت علمائے پاکستان کے صدر منتخب کئے گئے۔

قیام پاکستان کے بعد تحریک آزادی کشمیر میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا اور کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نجات دلانے کیلئے جہاد کا فتویٰ دیا اور ایک مجاہد کی حیثیت سے محاذ پر پہنچ کر قیادت فرمائی جس کے نتیجے میں حکومت آزاد کشمیر نے آپ کو غازی کشمیر کا خطاب دیا۔

پیارے محبوب ﷺ کا عشق آپ کی رگ اور نس میں سما ہوا تھا اور آپ کا عمر حضور پاک ﷺ کے عشق سے عوام و خواص کے قلوب و اذان کو منور کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران عشق رسولؐ کی عملی مظاہرہ فرمایا۔ حکومت آپ کو خطرناک علما کی فہرست میں شامل کر کے ۲۶ دھڑوں کی رات جا کر لچی سے گرفتار کر کے ایک سال قید کی سزا دی اور کھر جیل میں بند کر دیا جیل میں ہی جیساپ کو اپنے انکوٹے صاحبزادے جناب خلیل احمد صاحب قادری کی سسرانوت کی خبر سنائی گئی تو سیدہ شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: "ماںوں! سنا کہ تحفظ پر ایک تو کیا میری جان اور تمام اولاد قربان ہے۔"

علم و حکمت درس و تدریس اور سیاحت و خطابت کے علاوہ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی آپ نے بیشمار خدمات انجام دیں ہیں آپ کی کوشاں قلم سے درج ذیل تصانیف منہ شہو پر جلوہ مگن ہوئیں۔

۱، کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب ۲، شرح قصیدہ بردہ شریف ۳، اوراق غم ۴، الارشاد ترجمہ خوارق العادات۔ یہ سب باریشاں ہو رہے ہیں (۵، تفسیر المستار۔ تفسیر محمد صمدوں کی شکل ہے اور یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اسے آپ نے جیل کی سنگ قیاد کی ٹھٹھری میں شروع کیا تھا ابتدائی آٹھ پاروں کی تفسیر میں مکمل ہوئی پھر جب جیل رہا ہوئے تو چھ بیسویں پارے کی تفسیر لکھ رہے تھے کہ بارگاہ الہی کی طرف بلاوا آگیا۔ اور ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اس وقت آپ کے فرزند احمد حسن حضرت علامہ امین الحسنات خلیل احمد صاحب قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جامع مسجد وزیر خان میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد کے روحانی فیوض سے نوازے۔ آمین

سید محمد انور شاہ قادری بخاری المہلے لائبریری مشین
یکم ذوری ۱۹۹۲ء

مقدمہ

پاک و ہند میں تصوف کے تقریباً تمام سلاسل کے اثرات پائے جاتے ہیں لیکن یہاں کے مزاج و طبائع نے جن سلسلوں کو زیادہ قبول کیا ان میں سلسلہ چشتیہ قادریہ اور نقشبندیہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

پاک و ہند کے صوفیہ کا جو تصنیفی سرمایہ ہم بہت پہنچا ہے وہ دیگر ممالک کے مقابلہ میں بہت کم ہے خصوصاً یہاں کے سلسلہ قادریہ کی تاریخ انتہائی تشدد رگئی ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق حضرت شیخ علی بن قاسم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۵۲ھ) نے اخبار الاخیار جیسی معرکتہ آلاء کتاب لکھ کر پاک و ہند کی تاریخ تصوف میں جس فکر تجسس اور تحقیق کی طرح ڈالی تھی اسے اپنانے کی اب تک کوئی واضح مثال قائم نہیں ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے صوفیہ کے اکثر تذکرہ رطب دیاس کے مجموعے معلوم ہوتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ سائنسٹک اصولوں کے مطابق پاکستان میں موجود تمام روحانی سلاسل پر تحقیقی کام کیا جائے۔ ہمیں اس وقت صرف سلسلہ عالیہ قادریہ کے بارے میں مختصر طور پر کچھ لکھنا ہے۔

پاکستان میں سلسلہ قادریہ کے جو قدیم ترین بزرگ تشریف لائے وہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ دہلوی سلسلہ ہذا کے خلیفہ حضرت سید عون قطب شاہ علوی عباسی بیدادی ابن علی قاسم بن حمزہ ثانی بن طیار بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حمزہ الاکبر بن حسین بن عبد اللہ مدنی بن عباس علمدار بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں سید عون قطب کی ولادت ۱۱۹ھ ہجری و وفات ۱۵۵ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ نے پنجاب میں کوہستان نمک میں قیام فرمایا بہت سے اہل ہند شرف بہ بیعت ہوئے۔ آپ وفات سے پہلے واپس بغداد چلے گئے تھے ان کی اولاد یہیں رہی۔ صاحب مرآۃ سکندری نے آپ کے ورود ہند کا ذکر کیا ہے۔

پاکستان میں علم کا قدرت بلند کرنے والے دوسرے قادری بزرگ حضرت سید احمد المشہور سبھی شہر سلطان قدس ہیں آپ نے بغداد جا کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا ان کی وفات ۵۴۴ھ میں ہوئی۔

اس کے بعد اس سلسلہ کی جس شاخ کو پاکستان میں بہت زیادہ شہرت ملی ہے۔ اوج شریف کا خانوادہ ہے۔
اس خانوادہ میں حضرت سید محمد بن محمد شمس الدین گیلانی (ف ۹۲۳ھ / ۱۵۱۴ء) سے پہلے اوج میں اگر مقیم ہوئے
اس خانوادہ میں میر سید شاہ فیروز میر علی قادری، سید محمود صغری لاہوری، میرا سید مبارک حقانی اور سید محمد غوث
بالاپیر نے بہت شہرت حاصل کی۔

ان کے علاوہ حضرت میاں میر لاہوری، شاہ ابوالمعالی لاہوری اور حضرت حاجی ۹۵۹ھ / ۱۵۵۰ء
رحمۃ اللہ علیہم نے بھی یہاں اسلام اور اس سلسلہ کی اشاعت میں نمایاں کارنامے انجام دیئے۔

حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے پاکستان میں حضرت سید عبداللہ صہبی مٹھیوی رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۰۶۰ھ)
۱۰۶۰ھ کے خانوادہ کی اشاعت اسلام اور ترویج طریقہ کے باب میں اہم خدمات ہیں اور یہی پیش نظر کتاب کے صاحب سوانح
۱۰۶۵ء کے والد بزرگوار ہیں۔

حضرت صہبی مٹھیوی بغداد سے بغرض حیات سندھ میں آئے تو وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے اور یہیں رہنے
پراصر کر کیا چنانچہ آپ نے وہیں ہی قیام کیا۔ یہیں ایک صحیح النسب خاندان سادات میں شادی کی جس سے دو فرزند اولاد ہوئے
ایک حضرت سید حسن دوسرے سید محمد فاضل۔

ان میں سے حضرت سید محمد فاضل تو فانی کشمیر میں مقیم ہو کر سلسلہ رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے حضرت میر حادی
رحمۃ اللہ علیہ پشاور شریف لے گئے حضور سید حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تفصیلی حال، کارنامے اور کرامات مرقب
کی تفصیل پیش نظر کتاب میں درج ہے۔

حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزندوں میں سے حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(ف ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء) کو بہت شہرت اور نیکانی حاصل ہوئی۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین، شیخ طریقت، متعبد عرفی اور

محمد بن عبد اللہ حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت حسین ابوالکلام بن سید عبداللہ المعروف صہبی بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید
عبدالواسط بن حسین بن سید احمد بن سید عرف الدین قائم بن سید عبداللہ بن سید علاء الدین علی بن سید شمس الدین بن سید شرف الدین
احمد بن سید شہاب الدین احمد بن سید ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن حضرت شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

فارسی کتابوں کے مصنف اور بخاری شریف کی نہایت ہی سید و شریف کے ثولت تھے۔

پیش نظر کتاب میں حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی بہت سی روایات درج ہیں۔

مصنف کتاب ہذا

اس کتاب (خوارق العادات) کے مصنف میر غلام ابن سید محمد عابد بن سید شاہ محمد غوث لاہوری ابن حضرت حسین پشاوروی ہیں۔ گو یا صاحب صالح حضرت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑ پوتے تھے۔

ان کا نام سید محمد الدین اور عرف سید غلام شاہ تھا اپنے والد کے دوسرے فرزند تھے۔ حضرت سید محمد عابد متاخرانیاری (د ۱۱۹۳ ہجری) مصنف کے والد اور کتاب حاضر کی بعض روایات کے راوی ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت ان کے دادا حضرت سید شاہ محمد غوث لاہوری نے کی تھی خلافت بھی انہی سے تھی ان کا وہ خلافت نامہ آفاقیہ شریف میں صاحب سجاد نشین حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس محفوظ ہے جو حضرت شاہ محمد غوث صاحب لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دست مبارک سے لکھ کر دیا تھا۔

مصنف کی تمام عمر درس حدیث و تفسیر و طباطبائی طریقیہ میں صرف ہوئی۔ پیش نظر کتاب - (خوارق العادات) کے علاوہ انہوں نے اپنے دادا حضرت شاہ محمد غوث صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف رسالہ کب سلوک پر عربی زبان میں ایک مختصر تفسیر بھی لکھا ہے جس میں حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات درج ہیں یہ دیباچہ اس نسخہ میں شامل ہے جو جناب فوزی آغا صاحب کے ہاں پشاور میں محفوظ ہے۔

ان کے علاوہ ان کا ایک دیوان بھی ہے جس میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی مدح میں قصائد اور اپنے والد (سید محمد عابد) کی تاریخ وفات کا قطعہ شامل ہے۔ یہ دیوان حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب قادری مدظلہ ساکن بکرت پشاور کے پاس محفوظ ہے۔



خوارق العادات

اس کتاب میں حضرت سید حسن پشوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادات، مناقب اور کرامات درج ہیں۔ مصنف نے ہر روایت کے اندراج میں سند کا خاص اہتمام کیا ہے۔ اپنے خاندان کی روایات کے سلسلہ میں غیر معروف یا غیر ثقہ لوگوں کی روایات شامل کتاب میں نہیں کی ہیں۔ بلکہ اپنے والد حضرت سید محمد عبداللہ اور دادا حضرت محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور چچا سید محمد شاکر سے جو حکایات انہیں من و عن نقل کر دیئے ہیں۔ ہمارے خیال میں سند کا یہ اہتمام غالباً مصنف کے علم حدیث کے مدرس ہونے کی وجہ سے ہے۔

قولانے ہیں:-

درین سہ کہ مسمی است یہ خوارق العادات بعض کرامات و خوارق عادات جناب حضرت سید حسن رضی اللہ عنہ کہ از بعد و پدر خود شنیدہ ام۔ اسچہ متواتر و متوالی بایں معاصی رسید درین سہ ضبط نمودم۔

اگرچہ یہ کتاب محض کرامات پر مشتمل ہے لیکن بالاستیعاب مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بعض ایسے واقعات کا بھی اندراج ہو گیا ہے جن سے صاحب سوانح کی زندگی کے کئی گوشے اجاگر ہوجاتے ہیں مثلاً ان کے اپنے معاصر امر اور صاحب اقتدار حضرات سے تعلق کی نوعیت ان کا استغناء توکل اور قناعت کے واقعات وغیرہ۔

کتاب کا سال تصنیف آخری درج پر ۱۱۸۹ھ بتایا گیا ہے۔ جو یا حضرت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشوری صاحب سوانح ہذا کی وفات سے جو بہتر سال بعد تصنیف ہوئی۔ قارئین کرام کو شاید اس امر پر اعتراض ہو کہ حضرت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سال وفات کتاب کے خاتمہ کی عبارت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ سنہ وفات ۱۱۸۸ھ الحاقی ہے لیکن ایسا خیال زیادہ درست نہیں ہے کیونکہ اس کتاب میں ضبط ستین کا مطلق خیال نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے مصنف کو حضرت حسین کا سال وفات کتاب مکمل کرنے کے بعد ملا ہوا اور انہوں نے اسے آخر میں لکھ دیا ہو۔

دیے یہ سنہ وفات بالکل درست ہے۔ اس لئے کہ یہی سنہ حضرت شاہ محمد غوث صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے۔

خطی نسخہ :- کتاب خوارق العادات کا اس وقت تک یہی ایک خطی نسخہ ہمارے علم میں ہے۔ جو اس پہلے طبع نہیں ہوا ہے۔ یہ خطی نسخہ اس خاندان کے بزرگ حضرات مولانا سید محمد امیر شاہ قادری مدظلہ سکن یکہ قوت پشاہ کے پاس محفوظ ہے۔ پیش نظر کتاب فارسی متن ہی نسخہ سے منقول ہے۔

کتاب کے خاتمہ کی عبارت یوں ہے "تمت بذہ النسخۃ الشریفۃ من تحریر والتصنیف فی ۸۹ سنہ" جس سے یہ گمان گذرتا ہے کہ یہ مصنف کا خود نوشت خطی نسخہ ہوگا لیکن متن کے مطالعہ سے اسی بہت سی کتابت کی غلطیاں معلوم ہوئی ہیں جو عموماً عالم مصنف سے سرزد نہیں ہوتیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ناقل نے مصنف کا ترجمہ بھی ساتھ ہی نقل کر لیا اور اپنا ترجمہ لکھنا بھول گیا تاہم خطا اور کاغذ پرانا ہے جسے مصنف کا قریب العباد نسخہ کہہ سکے ہیں۔

امداد ترجمہ

اس کتاب کا اردو ترجمہ معروف عالم دین حضرت مولانا ابوالحسن سید محمد احمد قادری مرحوم و مغفور خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ ۲۶ محرم ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۸/ نومبر ۱۹۴۹ء بروز جمعہ مکمل ہوا۔ ترجمہ کے ترجمہ مترجم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن پینے کے گورنر عبدالرشید ترجمہ نے اڑھائی کچے دوپہر کو شاہی قلعہ لاہور (قلعہ عالمگیری) کا دروازہ کھولنے کی رسم اپنے ہاتھ سے ادا کی تھی۔

یہ اردو ترجمہ مذکورہ خطی نسخہ سے نہیں کیا گیا بلکہ یہ دوسرے نسخہ سے کیا گیا ہے جو حضرت آغا جمال حسین بن حضرت آغا سید کنر شاہ صاحب حسینی قادری حشمتی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا سال کتابت ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۳۳۹ھ۔

کتاب خوارق العادات پر ایک نظر

مصنف کے آباؤ اجداد کے بغداد سے ہندوستان میں آکر آباد ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت میر عبد اللہ بغداد سے بغیر من حیث سندھ میں آئے تو وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور مقرر ہوئے کہ وہ یہاں سے نہ جائیں، لہذا رسالہ در کسب لوگ فارسی مطبوعہ پشاور ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۳۴۱ھ سے تفصیل کے لئے دیکھئے ترجمہ کا خاتمہ و ترجمہ۔

اور سندھ ہی میں ایک صحیح النسب خانہ لان میں آپ کا عقد ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دو فرزند عطا فرمائے۔ حسین اور سید محمد فاضل حسین رحمۃ اللہ علیہ بڑے تھے اور سید محمد فاضل ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد حضرت سید عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ (۳ ب) حضرت سید نے والد کی وفات کے بعد سال تک چاہا کیا۔ (۵-۱) پھر وطن چلے گئے وہاں سے بلاد ہندوستان کے سفر کا عزم کیا اور اپنے بھائی سید محمد فاضل کی باطنی تربیت خود کی۔ (۵ ب)

اس سفر کے دوران حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے ایک ایسے گاؤں میں پہنچ گئے جہاں بت سچے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ (۵ ب) وہاں کے راجہ کو خبر ہوئی کہ دو مسلمان اس گاؤں میں آگئے ہیں۔ راجہ نے اپنے جادوگروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ بہت سخت مقابلہ ہوا۔ آخر فتح ان کو ہوئی۔ (۶-۷) وہاں سے دہلی ہوتے ہوئے حکم حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ پشاور میں مقیم ہوئے۔ (۷ ب) راسے میں اپنے معاصر اولیائے کرام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ لاہور میں حضرت میاں میر گجرات میں ہدولہ پوٹھواری میں سید شاہ لطیف مجذوب (شاہ لطیف بڑی) سے ملے۔ (۸-۱) وہاں سے پشاور پہنچے تو افغانوں کی کثیر تعداد حلقہ بگوش ہوئی۔ پشاور میں بیرون شہر آپ پہلا قیام ایک باغ میں ہوا جسے سلطان پوٹھواری نے (۸ ب) ایک افغان سردار مقرر کیا کہ میری دختر کو اپنے عقد میں لے لیں۔ (۹-۱) چنانچہ حضرت حسین نے اسے قبولیت بخشے۔ ہوئے عقد مسنونہ کر لیا۔ اس خاتون کے لطن سے حضرت سید زین العابدین تولد ہوئے۔ (۹ ب)

پھر حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ قصہ بنہ نظر میں حضرت سید علی ترمذی کی اہل وجود ہے ان کے ہاں بھی رشتہ کر دیجانیچہ وہاں سے معلوم فرمایا تو وہاں دو صاحبزادے سید غیاث اور سید علی فرزند ان سید جمال نبیرہ سید علی ترمذی معروف بہ پیر بابا موجود تھے ان سے ان کی ہمیشہ سے عقد کی بات کی تو استخارہ کے بعد رضامندی حاصل ہوئی۔ (۱۰-۱)

اس واقعہ کے لطن سے دو فرزند تولد ہوئے۔ ایک حضرت سید محمد غوث دوسرے حضرت میر سید علی

(۱۰-ب)

کابل کا ناظم نواب میر خان حضرت حسین کا بہت متعلقہ تھا اور ان کی خدمت میں تحائف بھیجا کرتا تھا۔

(۱۰-ب-۱۲-۱)

موجودہ منظر آباد کی آبادی اور تجربہ سیر کے بارے میں اس کتاب کی معلومات خاصی قابلِ توجہ ہیں لکھائے۔

جب حضرت سیدین رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے برادر خور سید محمد فاضل کشمیر اور وہاں کے مشائخ کی زیارت کیلئے سفر کیا جب دستور کی حدود پہنچی میں پہونچے تو وہاں مظفر نام ایشیخص بصدالتی راہنیں اپنے گھر لے گیا مہاندی کے بعد حضرت نے اُسے اپنی دستار عنایت کی تو اس نے عرض کی کہ میں سلاطین دستور اور پہنکی کے ہاتھوں مغلوب ہوں اپنے خوش ہو کر اُسے دعا دی اور کامیابی کی بشارت۔ چنانچہ وہ بہت جلد فتحیاب ہوا۔ کوہستان کا سارا علاقہ اس کے قبضے میں آ گیا۔ اس نے اس دریا کو عبور کر کے ایشیہر کی بنیاد رکھی اور اس کا نام مظفر آباد تجویز کیا۔ اس طرح وہ مظفر خان کے نام سے حشمینرک حاکم رہا۔ (۱۳-ب۔ ۱۵-ا)

پھر مزید لکھا ہے کہ اسی سال اس کی آبادی کو ہونگے ہیں مظفر خان کی اولاد اب تک وہاں متصرف ہے۔ (الف)

پیش نظر کتاب کا سال تصنیف ۱۱۸۹ھ ہجری ہے۔ (دق ۳۰ ب) اگر اس سنہ سے اسی سال منہا کیے جائیں تو مظفر آباد کی آبادی اور حضرت سیدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درو کشمیر کا سنہ حدود ۱۱۹۰ھ متعین ہو جاتا ہے۔

جب ایک کشمیر کے محلہ عید گاہ میں پہنچی تو ایک منصب دار کے ہاں پانچ چھ ماہ تک قیام کیا تاکہ برسا کا موسم گذر جائے۔ فقرا و مساکین پر خرچ کرنے کے لئے انہوں نے کچھ رقم قرض بھی لیا۔ (۱۵-ب) کشمیر سے رخصت کے وقت لوگ مصر ہوئے کہ آپ یہیں قیام کریں لیکن آپ نے اُسے رضائے الہی پر چھوڑا اور اپنے بھائی حضرت سید محمد فاضل کو وہاں اپنا نائب مقرر کر کے خلافت دی۔ (۱۴-ب)

جب حضرت سیدین رحمۃ اللہ علیہ کابل کی سیر کے لئے گئے تو اس وقت پشاور کا نواب ناصر خان تھا۔ (۱۸-ا) حضرت سید حسن نواب امیر خان کی درخواست پر ایک مرتبان کے ساتھ خکار کے لئے بھی گئے تھے۔

(۱۹-ب۔ ۲۰-ب) اس روایت کو حضرت شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین حاجی محمد علی اور حافظ محمد اعظم نے بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بزرگ بھی ان کے حلقہ بگوش تھے۔

(۱۹-ب) اس کتاب سے یہ بھی مترشح ہوا ہے کہ صاحب سوانح حضرت سیدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ حیات (۱۱۵ھ/ سنہ) میں پشاور سے غزنین تک یہ افواہ پھیلانی محمی تھی کہ باؤشا ہندوستان

اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہو گیا جس سے نواب امیر خان بہت مضطرب ہوا۔ اس نے حضرت کی طرف رجوع کیا تو حضرت نے کشف کے ذریعہ اورنگ زیب کی سلامتی کی خوشخبری اُسے دی۔ (۲۱- و ۲۰ ب)
حضرت حسین صاحب کے زمانے میں (جب کہ نواب امیر خان کی عہد داری تھی) کابل اور اطراف کابل میں شدید وبا فحط پڑا بہت جانیں تلف ہوئیں۔

ایک یہ روایت بھی درج ہے جس سے سلاطین مغلیہ کے مشائخ سے روابط پر مزید روشنی پڑتی ہے لکھا ہے کہ نواب امیر خان نے اورنگ زیب عالمگیر سے حضرت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے چند لاکھ درم کی سند لی اور اسے حضرت کی خدمت میں بطور معیشت پیش کیا حضرت نے اسے قبول فرمایا۔ انکار کر دیا اس نے بہت اصرار کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اسباب دنیا سے مایوس ہو چکا ہوں۔ ناچار امیر خان نے اسے واپس لے لیا۔
اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پشاور و کابل کے ناظم نواب امیر خان کو حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی جس کے واقعات اختصار کے ساتھ لکھے جا چکے ہیں۔ نواب امیر خان خلیل اللہ خان یزدی کا لڑکا ہے اس کی والدہ حمیدہ بانو بیگم، سیف خان کی بیٹی اور یحییٰ الدولہ آصف خان کی نواسی تھیں اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں وہ مختلف مناصب پر فائز رہا وہ بیسویں جلوس عالمگیری یعنی ۴ محرم ۱۰۸۸ھ ۱۲ فروری ۱۶۷۷ء میں پشاور کابل کا ناظم مقرر ہوا۔ افغانوں کی شدید بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد بایں سال

لہ (نوٹ) محمدی حضرة سید امیر شاہ قادری از اولاد حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اورنگ زیب کا ایک فرمان دربارہ جاگیر دمعاش برائے خاندان حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاس موجود تھا جو انہوں نے نیشنل میوزیم کراچی کے ڈائریکٹر کو دے دیا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اورنگ زیب نے یہ فرمان پھر حضرت کی خدمت میں بھیجا ہو گا۔ فرمان کو دہلی سے پشاور تک آتے جلتے تم از کم پانچ سال لگے اس دوران حضرت حسین کا انتقال ہو گیا اور پھر نواب امیر خان بھی ۱۱۰۹ھ ۱۶۹۸ء ہجری انتقال کر گیا۔ تو آپ کے اخلاف نے اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔

تک ناظم رہا۔ ۲۷ رشتال ۱۱۰۹ھ ہجری ۲۷ اپریل ۱۶۹۷ء کو اس کا انتقال ہوا۔
وہ مذہب شیعہ رکھتا تھا۔ چنانچہ اس کے شیعہ ہونے کی شکایت پیش نظر کتاب میں بھی درج ہے۔ ایران کے
فضلاء کو بہت رقم بطور مدد معاش بھیجتا تھا۔

حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات یکم ذیقعد ۱۱۱۵ھ ہجری کو ہوئی۔ (۳۰- ب)
اس کتاب سے حضرت سید عبداللہ عظیمی مشہور صحابی رحمۃ اللہ علیہ کے سال وصال کا تعیین بھی
ہو جاتا ہے لکھا ہے ”کہ میں نے اپنے والد سید عبداللہ کی وفات کے بعد جزائر دریائے شور پر پست سال تک چکرشی
کی (۵۰- و) اس مدت کے پورا ہونے کے بعد طویل سفر کے بعد ہم دہلی پہنچے تو اس وقت اورنگزیب
کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ تھا۔“

اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۸ھ ہجری/ ۱۶۶۹ء میں تخت نشین ہوا اگر اس سنہ میں سے مدت جلد سا سال
اور مدت سفر کم و بیش ایک سال منہا کر دی جائے تو حضرت سید عبداللہ صحابی عظیمی کا سال وفات حدود ۱۰۶۸ھ
برآمد ہو جاتا ہے۔

پروفیسر محمد قبال محب دہلوی لاہور
۱۵ جون ۱۹۷۷ء

۱- کتاب حاضر ورق ۱۰ ب -
۲- مصمم الدولہ شاہ نواز خان۔ آثار الامراء ترجمہ محمد ایوب قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء۔
جلد اول ص ۲۷۵، ص ۲۷۶

عرض مترجم بناظرین کرام

بجز سرکار سرکار ایجاد

سرکار بہ سرکارے ندایم

رسالہ خوارق العادات فارسی مصنفہ حضرت سید غلام شاہ صاحب ابن سید محمد عابد
ابن حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن حضرت سید حسن پشاورى انار اللہ برہانیت
میرے دوست میاں محمد دین صاحب قادری بانی حزب الاحناف و سوداگر گلاہ لنگی بغرض
ترجمہ سلیس لائے میں نے اس کا مطالعہ کیا ہر سطر سے بونے ولایت اور روشنی مناصب کرامت ہویدا
ہوئی۔ اور اگرچہ مجھے اس گھرانے سے شرف بیعت حاصل نہیں مگر عقیدہ کیشان دربار شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ
ہونے کے اعتبار سے نیاز مندی کا شرف ضرور حاصل ہے۔ علاوہ ازیں کسی در سے ہسی مگر بیشک مجھے بھی
آسانہ قادری کی ملی ہوئی ہے میں نے ہذوق و شوق اس کا ترجمہ کیا اور ترجمہ کا نام

الارشادات

ترجمہ خوارق العادات

رکھا اس لئے کہ اس میں قریب قریب تمام ارشادات حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے جمع
کئے گئے ہیں اور اس خاندان کے تمام ارجح طیبہ اور بقیۃ السلف افراد ذکیہ سے طالب ہوں کہ وہ اپنی
روحانی اضافات سے مجھ جیسے درپوزہ گر کو فروغ و ترقی بخشیں اور یہ اپنے اوقات خاص میں اس
پہچان کے لئے دعا سے محروم نہ فرمائیں۔

فقر قادری ابو الحسن سید محمد احمد رضوی مشدی حنفی قادری چشتی خطیب مدنی وزیر خان
صدر مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان صانہ اللہ عن نواب الدما شکر۔ ترجمہ
۲۶ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۸ نومبر ۱۹۴۹ء بمجمع کیا گیا اور اتفاقاً یہی وہ مبارک جمعہ ہے

جس میں اٹھائی بجے دن قلعہ دارۃ الخیر بن کر پڑی سی بجائے علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! اس مبارک دن کے مسلمانوں کی قسمت کا بھی دروازہ نوحہ کے ساتھ کھولے اور دشمنان کی تمام منصوبہ کشی میں ڈالکر اپنے پیٹ پر دفرمائے۔ آمین۔
بحرۃ النبی الامین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔ آمین یا رب العالمین ط

فقیر قادری ابوالحسن قادری خطیب دہلی ریحان الوصلاہ مکرزی جمعیتہ پاکستان
العلمائے پاکستان لاہور

سخن ہائے گفتنی

باسمہ تعالیٰ! میں ۱۳۵۱ھ ہجری میں حقیقہ حضرت علامہ شیخ التفسیر ام اہل سنت ابوالحسن سید محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طائفہ کیلئے اکبری منڈی لاہور میں آنے کی دولت کرہ بچاؤ کرنا۔ اس وقت آپ بہت خیف اور کمزور ہو گئے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ ملاقات رہی۔ رخصت ہونے کے وقت آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ جامع المتفرقین ہے میری طرف ایک خط لے کر جاؤ۔ اگر یہ صحیح جائے تو بہت بہتر ہوگا اور رسالہ خوارق العادہ کا یہ ترجمہ رحمت فرمایا۔

میں نے حکیم اہل سنت جس حکیم محمد موسیٰ صاحب اسری کی کو دکھایا تو انھوں نے پوچھا کہ اگر یہ قابلِ مسیحی ہے اس پتہ پر کھڑا اور پھر ایک مہربان کا تب صاحب کو بعد مقدمہ کے کتاب کے لئے دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب ان سے دریافت کیا کہ کتاب کا اہو ہے تو وہ صاحب کہنے لگے کہ یہ کتاب تو وہ رسالہ ہے اور نہ ہی اس کا مقدمہ۔ اس پر بہت سی صدمہ اور دکھ ہوا۔

جو کہ وہ رسالہ خطی (فادی) سیرکس بھی تھا چنانچہ میں اس کا ترجمہ کر کے بعد میں کے شائع کر دیا۔ البتہ یہ سچہ ہو کہ کتاب صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان کے صاحبزادے نے مطلع کیا تو اس کا غم کے لئے گیا۔ پھر یہ تذکرہ اس صاحبزادے نے معلوم ہوا کہ کچھ مسودہ موجود ہیں۔ تو ان کو دیکھنے کے بعد یہ رسالہ مقدمہ کے مل گیا۔ چند اجابت مشورہ کیا کہ اس کا عکس لیا۔ شائع کر دیا جائے مگر اس کی فلم دست نہ آئی۔ چنانچہ اسے کتابت کر کے حضرت امام اہل سنت مفسر قرآن ابوالحسن سید محمد احمد صاحب قادری مرحوم و مغفور کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ رسالہ ہدیۃ ناظرین کرام ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ
محمد امین شاہ قادری گیلانی (سجادہ نشین) یکم توت پشاور شہر
۲۶ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ یکم فروری ۱۹۹۲ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

بے حد و بے شمار حمد و ثناء اُس خدا نے تعالیٰ کے لئے مزاوار ہے جس کا کوئی شرک نہیں جس نے ملک صنعت سے ہر نسبت کو ہست کیا اور جس کی نگاہ رحمت خاکِ سیاہ نے پاکیزگی پائی جس کی بخشش کے پرتو سے ہر عالم و بود نے میدانِ وجود میں وجود پایا۔

درودِ زکیہ اور تحیاتِ سنہ اس ذاتِ گرامی اشرف المخلوق کے لئے ہیں جن کے صدق میں اوسنِ آخرین پیدا ہوئے اور عالمِ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے اُسی ذاتِ گرامی صفات کی وجہ سے ظہور پذیر ہے جن کی صفت خاص و مَا اَمَرَ سَلَّمَكَ اِلَّا رَحْمَةً وَلِلْعَالَمِينَ بھی ہے اور اِنَّكَ لَعَلَى خَلْقٍ عَظِيمٍ مابھی۔ اسی وجودِ اقدس کی نعت میں ارشاد ہے اور حضرت واجب الوجود کے تمام کمالات کا ظہور اسی ذات سے ہوا۔ لَوْلَا اَنْتَ لَمْ يَخْلُقْ اِلَّا فَلَكَ بَهِیْ کَلَامِ قَدَسِ صِفَاتِ الْہِی اِنہی کے کمالِ شان کا منظر ہے۔ انہی کے پرتو جمال سے سب موجودات متور ہیں انہی کے جود اتم سے ہر نابود کو بود ہونے کا شرف ملا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے رخِ انور کی شان میں وَالصُّحُفِ اَفْرَیَا اور وَاللَّیْلِ کے موتی آپ کے کیسوئے مشکیں میں پڑے۔ آپ کی آلِ اطہار اور امجاد کبار پر جو ماکِ ممالک شرافت میں یَطْهَرُ کُمُ تَطْهِیرِ اَنْا لَ ہوا اور آپ کے اصحابِ احباب جو آپ کے طریقہ تعلیم پر کلمن رہے خدا نے تعالیٰ نے انہیں رضی اللہ عنہم و رضوانہ کی بشارت دی۔

بعد حمد و ثناء و نعت و مناقب رسالت ﷺ بندہ عاصی سید غلام شاہ ابن سید محمد عابد ابن سید شاہ محمد غوث بن سید حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پشوری ابن سید عبداللہ بنادی احسن اللہ علیکم کی وصیت ہے کہ مرید کو چاہیے کہ مُرشدِ کامل کے حقوق کو حقوق اللہ کے مانند سمجھے اور زبان و دل سے اس کے ذکر و احوال کا ورد کرے اور قصور

شیخ کو دل میں منفش کرے اس کا نام سلوک ہے اور یہی فیوض کے دروازے کی کنجی ہے اس مُرید فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول ہو جاتا ہے۔ اب میں رسالہ سہمی خواص العادۃ میں سید عبداللہ اور اپنے جد امجد سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بعض کرامات کا ذکر کرتا ہوں جو میں اپنے والد ماجد اور حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنی ہیں۔ اگرچہ حضرت کے خوار عادات مثل بارش کے قطرات کے۔ بے گنتی، بے شمار ہیں لیکن جو کرامتیں اس عاصی تک بند متواتر و متوالی پہنچی ہیں اور جو اپنے اور بیگانوں سے بطور خاص اور بعنوان مختص سنی ہیں۔ اس رسالہ میں جمع کرتا ہوں تاکہ یادگار رہے اور بفحوائے ماکتَب قَرَّ و ماحفظ اُفَرَّ ہے۔

حکایت

حضرت سید عبداللہ قدس سرہ کی کیفیت رحلت از دار الشہر والی دار المرور اپنے مرشد ارشد جد امجد حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک روزہ تذکرہ میں اس طرح سنی جو آپ نے اپنے دادا حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق بیان فرمائی کہ جب آپ بعزم سیر و سیاحت اپنے وطن اصلی سے تشریف لائے تو ملک قسطنطنیہ میں تشریف لا کر قیام پذیر ہوئے یہاں پر بموجب ضرب المثل قید المائۃ اشدمن قید الحدید، چند روز قیام ہوا اس جگہ لوگ بیحد گرویدہ اور معتقد ہوئے حتیٰ کہ جب آپ عزم روانگی فرماتے تو اہل شہر ہرنے جانے دیتے حتیٰ کہ طول قیام کی وجہ میں یہاں کے بعض گھرانہ نے ذات کے جو صحیح السبب تھے انہوں نے رشتہ پیش کر دیے تاکہ آپ متاہل ہو گئے اللہ تعالیٰ نے دو صاحبزائے بھی عطا فرمائے ایک سید حسن اور دوسرے سید فاضل کے نام سے موسوم ہوئے سید حسن بڑے صاحبزائے اپنے والد ماجد کی تربیت میں رہے اور آپ کے زیر سایہ رہ کر رموز معرفت اور اسرار باطنی حاصل فرمائے اور درجہ کمال کو پہنچ گئے مگر حضرت سید فاضل چھوٹے صاحبزائے تھے آپ کے ابتدائی سن کی ہی ابھی تعلیم تھی کہ آیات حیات متعارف بموجب وعدہ الہی "فان اجل الله اذا جاء لا یؤخر" پورے ہو گئے۔ حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرض موت لاحق ہوا چند روز بہتر مرگ پھر رہے کہ وقت آخری سانس کا آگیا۔ آپ نے حکم

لے قسطنطنیہ حیدرآباد صوبہ سندھ میں ہے۔

فرمایا حجہ صاف کیا جائے اور بخورات سے معطر کر کے مفرش کر کے آراستہ کیا جائے۔ حسب الارشاد ایسا ہی کیا گیا پھر آپ نے اپنے حجرہ مبارک کو اغیار سے خالی کر لیا اور تن تنہا آپ معہ دو فرزند ان دلبند وہاں تشریف فرما رہے۔ کہا چنانکہ سرور کائنات ﷺ معہ اصحاب کبار و سبطین مختار اور حضرت غوث الاعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس حجرہ میں رونق افروز ہوئے۔ حضرت سید علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معہ دو فرزند عالی کے سر وقت تعظیم کو کھڑے ہوئے اور سلام و تحیات پیش کر کے عرض پیرا ہوئے کہ یا رسول اللہ زہے طالع کہ حضور نے میرے کلبہ احزان کو اپنے قدمِ میمنت لزم سے منور فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ بیٹے تم محض تمہارے استقبال کیلئے تشریف لائے ہیں۔ آپ نے عرض کی حضور کی قدم بوسی کا یہ حقیر فقیر بھی مشتاق تھا اور دیدار پر انوار کا آرزو مند۔ اب یہ دو غلام زادے ہیں ان کی طرف سے پریشان خاطر ہوں کہ ان کا انجام کا کس طرح ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا عبداللہ خاطر جمع رکھو ان کے تمام کاموں کے ہم کفیل ہیں اس کے بعد حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہاتھ لیکر حضرت مولا شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ میں دیا اور انہوں نے ان کا ہاتھ دست حق پرست سید السادات حضور غوث پاک کے ہاتھ میں دیکر فرمایا کہ ان صاحبزادگان کا غور پر وخت تمہارے ذمہ ہے۔

حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میرا ہاتھ حضور غوث پاک و علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ میں دیا گیا تھا تو میں ایسا از خود رفتہ ہو گیا تھا کہ دنیا و مافیہا کی مجھے خبر نہ تھی حتیٰ کہ تین دن متواتر بہ ہوش مدہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا اپنی والدہ ماجدہ سے حضرت والا قبلہ کے متعلق استفسار کیا آپ نے فرمایا انہیں آج تیسرا دن ہے کہ وہ واصلِ حق ہو گئے۔ ہر چیز تمہیں مطلع کرنا چاہا مگر تم میں حرکت بھی نہ پائی آخری تجویز تکفین کر کے انہیں مدفون کر دیا۔ یہ سن کر فی الفور میں تربت قبلہ و کعبہ کی طرف چلا فاتحہ پڑھی چند روز سوچ و غم مہاجرمت میں رہا آخر یہ سہوا کہ اس انسان سے وحشت کلی پیدا ہو گئی اور خویش و بیگانہ سے منافرت ہونے لگی نہر میں بحرِ ریاضت و مجاہدہ جزائرِ دریا ئے شور کی طرف چل دیا اور مسلسل ست سال چلے کھینچا تمام رات ناف تک پانی میں کھڑا رہتا اور دن بھر کنارہ دریا پر بیٹھ کر یاد الہی کرتا میری خوراک خود دو

سپر پتوں کے سوا کچھ بھٹی مدت چلے ختم ہونے کے بعد اپنے وطن مالوف کی طرف لوٹا چند دن یہاں گزارے تھے کہ پھر وحشت شروع ہوئی تو سیر بلادِ سند کا ارادہ کر کے اپنے چھوٹے بھائی سید فضل کو ہمراہ لیا اور روانہ ہوا۔ اثنائے سفر میں اس کی تعلیم و تربیت باطنی بھی جاری رکھی۔ حتیٰ جو مجھے آتا تھا اُسے سکھا دیا۔ مختصر یہ کہ سفر کرتے کرتے اقصائے ہند میں ایک ایسے گاؤں میں ہم آئے جہاں سولائے کفر اور بت پرستی کے دین و آئین اسلام کا نام بھی اُنس زہین میں نہ تھا۔ اس بستی کے باہر میں نے ایک پُرانا کنواں دیکھا جو مٹی سے پٹ چکا تھا پانی خشک ہو گیا تھا۔ میں نے اُس کنوئیں کے اندر پہنچ کر قیوم کیا اور اپنے بھائی سید فضل کو اُس کے دہانے پر بٹھا دیا اور کہہ دیا کہ بھائی تم یہاں یادِ الہی میں مشغول رہو اور اوقاتِ خمسہ صلوٰۃ سے مجھے مطلع کر دیا کرو اس کنوئیں میں چند ماہ کا مل گزارے۔ میری جیب میں چند ساریاں تھیں اُنہیں سے روزہ افطار کر لیتا اور بس۔ اس آبادی کا ایک حکم تھا جسے اس ملک والے راجہ کہتے تھے اُسے خبر پہنچی کہ دو آدمی سمان اس طرح فلاں گاؤں میں کنوئیں پر بیٹھے ہیں اور اس آبادی کا کُسر کرنا اُن کا مقصد ہے راجہ بوجہ شدتِ کُفر و نفاق مقابلہ کو تیار ہوا اور اپنے گاؤں کے تمام جادوگر اور راہبان کو جمع کر کے اُس کنوئیں پر آگیا۔ سید فضل سے بولائے درویش اپنے بھائی سے کہے کہ باہر آئے اور ہمارے ساتھ جنگ کرے چھوٹے بھائی سید فضل نے آواز دی اور کہا بھائی جان یہ حادثہ ظہورِ پندیر ہے۔ یہ سُنتے ہی میں فوراً بحکمِ الہی کنوئیں سے باہر آیا اور اُس راجہ کا جو منشاء تھا اُس کی ابتدا مباحثہ سے شروع ہوئی جادوگر اور راہبان کہنے لگے حضرت آپ کا چھٹکارہ بغیر جنگ کے نہیں اگر کچھ جانتے ہو تو ظاہر کرو۔ میں نے جواب دیا کہ شرطِ ایمان اور آئینِ اسلام میں پہل کی اجازت نہیں اگر تم کچھ رکھتے ہو تو وہ ظاہر کرو اُس کے بعد فقیر حقیر بھی جوائے گا۔ چنانچہ اُن جادوگروں میں سے ایک گرد آگے بڑھا اور لکڑی اٹھا کر کمان کی طرح دوہری کر کے اُس میں ایک اور لکڑی تیر کی طرح میری طرف سیدھی کر کے چھوڑی۔ میں نے دیکھا تو اُس تیر نما لکڑی سے آگ کے شعلے اُٹھ رہے تھے میں نے اپنا بایاں ہاتھ منہ پر اوندھا رکھا لیا قضا عنرا اندوہ شعلہ میرے ہاتھ کی پشت کو لگا۔ اور پشت دست جل گئی۔ وہ ساحر سخت متعجب ہوا کہ میرے اس شعلہ جو اہل کے سُننے کے

بادجوہ شخص زندہ ہے۔ یہ آگ تو وہ تھی کہ اگر پہاڑ پر مارتا تو اس سے دھواں نکلتا اور تمام خاک ہو جاتا جس
 کہا اوکا فر! اگر کچھ اور کرتے کھتا ہے تو اسے بھی ظاہر کرتیں باز تک میں تجھے ہمت دیتا ہوں جادو کرنے
 کہا حضرت اب آپ کی باری ہے میری باری ختم ہوئی جو طاقت رکھتا تھا وہ میں صرف کر چکا۔

اب میں نے اپنا ہاتھ حیب میں ڈالا تو دیکھا ایک سپاری نیم خوردہ باقی ہے۔ میں نے اسے نکالا
 اور اسے قادر و الجلال زبان پر جاری رکھ کر جادوگر کی طرف وہ سپاری ماری جو اس کی پیشانی کو لگی او
 دماغ سے پار ہو کر پشت سر سے باہر آئی اور علی الفور وہ جادوگر زمین پر گر ا اور گیا اس کیفیت کا مشاہدہ
 کرتے ہی اکثر تو بھاگ گئے اور بعض میرے قدموں میں گرے اور ایمان لے آئے۔ پھر میں یہاں سے
 شاہ جہان آباد کی طرف غارم سفر ہوا بہر چند کہ یہاں لوگ ملتے و ملتے ہوئے کہ اسی جگہ اقامت کریں
 رہوں لیکن میرے دل نے منظور نہ کیا فوراً روانہ ہو کر بعد طے منازل و قطع مراحل شاہ جہان آباد پہنچا
 یہ زمانہ سلطنت شاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تھا یہاں زبردست شہرت ہوئی اور
 رجوع خلق مرد و عورت بے حد ہوا حتیٰ کہ ان کا رجوع میرے مقام میں خلل پذیر ہونے لگا یہاں تک کہ
 اکثر لوگ مجھے دیکھتے ہی سرسبز ہونے لگے میں نے اسی وقت حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ
 سے مدد چاہی اور عرض کیا اب کیا کروں فوراً حکم ہوا کہ اب تم بہت پشاور جاؤ اور وہاں سکونت
 اختیار کرو تا کہ ہمارا طریقہ تم سے رونق پائے اور اس شہر کے لوگ اس سلسلہ عالیہ سے مشرف ہوں
 غرضیکہ جو جب حکم اس جناب وہاں سے روانہ ہوا۔

اکثر اولیاء کرام رحمہم اللہ جو اس جگہ تھے ان سے ملا چنانچہ زبدۃ الاولیاء حضرت میاں میر
 لاہوری کو دیکھا پہلے بھی ان کی صحبت واصل ہو چکی تھی اور جانبین سے استفادہ ہو چکا تھا۔

یہاں سے سحرات آیا یہاں حضرت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ کی زیارت کیلئے گیا آپ نے بہت
 محبت اور التفات سے ملاقات فرمائی اور چند روز اپنے پاس رکھا ہر چند رخصت چاہی مگر اجازت
 نہ دی آخر صاف طور پر عرض کرنا پڑا حضرت مجھے پشاور شہر جانے انشاء اللہ پھر وہاں سے بغیر کسی
 زیارت حاضر آؤں گا۔ فرمایا اے سید صحبت و مہلتا بہت غنیمت چیز ہے پھر یہ سنیں آتی تھیں اس
 جہاں کی ولایت بخشی گئی ہے اور مجھے اس جہاں کی طرف بدایا ہے۔

القصہ ایک رات حضرت کی خدمت میں اور رہا پھر رخصت ہو کر ملک پستوا پر پہنچا یہاں حضرت شاہ لطیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجذوب کو دیکھا کہ زبردست صاحب اثر و نظر تھے میرے ساتھ آپ بھی نہایت اچھی طرح ملے ایک دو روز آپ کی خدمت میں گزار کر رخصت ہوا اور طے راصل و منازل کے بعد ملک پستوا پر پہنچا۔ بیرون شہر سیناہ ایک باغ تھا جسے سلطان پور کہتے تھے اُس باغ میں تیا گیا جب کچھ رات گزری تو دیکھا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اور مجھے فرما رہے ہیں صاحبزادہ تمہاری بی بی جا سکونت ہے یہی جگہ تمہاری منزل و ماویٰ ہے۔ یہاں مکان رہنے کا بناؤ اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا یقین رکھو پھر عرصے مبارک سے اسٹاؤ فرما کر بتایا کہ اُس جگہ مسجد بناؤ اور اس جگہ خانہ سکونت تیار کرو اور اس جگہ اپنا مقبرہ مقرر کرو اور خوش و خرم رہو اور اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں سمجھ لو کہ وہ تمہارے ہر کام میں مشکل کشا ہے تمہارے کام وہی پورے کرے گا جو نشان ہم نے تمہیں دیئے ہیں اللہ تعالیٰ خود بخود وہاں سب کچھ کرنے لگا۔ جب صبح صادق ہوئی میں نے اذان دی نماز پڑھی ابھی ایشراق کی نماز نہ پڑھ چکا تھا کہ لوگ شہر کے اطراف و جوانب سے جوق در جوق، فوج در فوج آئے شروع ہوئے اور معتقدانہ طریق سے ایسے ملے گویا سینکڑوں برس کے مجھ سے ملنے والے ہیں اکثر نے مجھ سے بیعت کی اور سردارانِ افغاناں بھی جو گرد و نواح شہر میں تھے حاضر ہوئے اور مجھ سے بیعت کی۔ اب وہ باغ جو اُن کی ملک تھا۔ میری نذر کر دیا اور اسی وقت لوگوں نے اُس کی تعمیر شروع کر دی۔ القصہ اسی جگہ مکانات وغیرہ تعمیر کیے گئے جہاں حضرت غوث پاک نے فرمائی ہے۔

پھر وہاں مقیم ہو گیا جو طالبِ مولا آمل ہے حسبِ حصّہ اُسے تعلیم دے دیتا ہوں اس کے بعد ایک سردار قومِ افغان سے اس امر پر مصر ہوئے کہ میں اُن کی لڑکی قبول کروں اور نکاح کر لوں میں نے منظور کر لیا اور اُس کی کو لپے نقد میں لیا اُس سے اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا اُس کا نام میں نے زین العابدین رکھا تھوڑے دن ہی حال میں گزرے تھے کہ حضورِ ثنویٰ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حکم ملکہ بہائی خوشی یہ ہے کہ قصہ نبیر کے صحیح النسب جو سادات ہیں وہ بواسطہ سید میر علی بہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نسب میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملتے ہیں۔ تم میرے علی بہمدانی کے یہاں پیام دو۔ چنانچہ حسبِ حکم سرکارِ ثنویت پیام لیکر اُس مقامِ نبیر کی طرف لوگ بھیجے وہاں اس خاندان سے دو بھائی صاحبزادہ

ایک ستمی سید عباس دوسرے سید علی فرزند ان سید جمال جو سید علی ترمذی کے پوتے تھے رحمۃ اللہ علیہم
 اجمعین۔ اُن کی بہن تھیں۔ پیام سن کر انہوں نے کہا کہ وہ سرفروں اور اُن کے حسب نسب سب لوگوں واقف
 نہیں یہ رشتہ کا معاملہ ہے بغیر کفو معلوم ہونے مشکل ہے لیکن بموجب فرمان الہی اذا امرت بشئ
 ان يقول له کن فیکون کا ناگاہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ خود حضرت سید علی ترمذی فرماتے
 ہیں کہ اس پیام کو قبول کر لو اور اپنے لئے مبارک سمجھو اس لئے کہ یہ رشتہ اس سے ہو رہا ہے۔
 جو فرزند خاص ہے حضرت سید عبدالقادر حسینی کا نسبت میں یہ ہم سے بلند ہے اور حسب میں
 وہ درجہ بلند رکھتا ہے کہ اپنے زمانہ میں اس کا نظیر و ہم نہیں۔ فوراً پیام قبول کر دو اور جو وہ چاہے
 ہیں اُسے منظور کر لو۔ سید عباس اور سید علی شاہ نے جب اپنے خیر امجد کی یہ بشارت سنی فوراً پیام
 منظور کر لیا اور اپنی ہمیشہ بیاہنے کو آمادہ ہو گئے۔ میرے نام قبولیت نامہ بھیج دیا اور بحکم احکم
 الحاکمین وہ عقد منعقد ہو گیا ان کے بطن سے دو فرزند متولد ہوئے ایک سید شاہ محمد غوث اور
 دوسرے میر سید علی رحمۃ اللہ علیہم۔

حکایت در بیان ظہور کربا جناب سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میں نے اپنے والد ماجد سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ حضرت
 سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ملک کابل کے حاکم و ناظم نواب امیر خان تھے اکثر اوقات
 وہ پشاور ہوتے اس لئے کہ حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بید عقیدہ رکھتے تھے کبھی
 کبھی صبح و شام آپ کی خدمت میں پایادہ حاضر آتے اور تحفہ تحائف لیتے۔

ایک روز نواب امیر خان کے خویش و اقربا نے ملکر کہا کہ اس قدر اطاعت و عقیدہ ایک
 درویش کی تم جیسے امیر کیلئے نازیبا ہے علاوہ ازیں فقراء و اُمراء کے مسلک میں بھی اختلاف
 ہوتا ہے۔ نواب صاحب نے کہا بیوقوفو تم اس تکبر کے دھوکہ میں آ کر اپنی شقاوت پر نظر نہ کرو
 خدا کی قسم میرے یقین اس درجہ تک ہے کہ ہماری حکومت اور سلطنت عالمگیر اس ہستی کے دست
 اختیار میں ہے۔ یہ اگر چاہے ایک شب ہمارے پاس نہ رہنے دے اور دوسرے کو اس پر قائم

کر دیے۔ یہی کروہ لوگ کچھ دن خاموش رہے مگر پھر موقعہ پا کر نواب صاحب نے وہی بات دہرائی جب
نواب صاحب نے سمجھ لیا کہ ان کی اصلاح محض یہ بیان نہیں ہوگی ایک روز انہیں ساتھ لیکر
حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اپنے اپنے آئینہ قلب پر ان کی تمام کیفیت کا معائنہ فرما کر
امیر سے فرمایا اے امیر خان فقیر کے پاس امتحان کیلئے آنا موجب نقصان ہے۔ نواب امیر خان،
دست بستہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا سید حق میری عقیدۂ اور میرے ہمراہیوں کی کیفیت
حضور کے فیمنیر پر کماحقہ روشن ہے میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ یہ جواب سن کر حضرت
حسن رحمۃ اللہ علیہ نے نظر مبارک آسمان کی طرف اٹھائی فی الفور اشرفیاں اور نقدروپہ بارش
کی طرح برسے شروع ہو گئے حتیٰ کہ صحن خانہ زرو نقرہ سے بہہ ہو گیا اور ناظرین کی نگاہیں خیرہ ہو کر
رہ گئیں نواب امیر خان کے خویش واقارب یہ کہ شتمہ تدرۂ دیکھا کہ حیران رہ گئے اور بے ساختہ اپنے
سر حضرت سیدن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیروں میں رو رو کر جھکائے اور غدر گناہ کر کے
خواست کا رمعافی ہوئے۔

حضرت سیدن رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ یہ برسا ہوا زرو نقرہ لشکر اٹھالیں اور اپنی
پونجی بنالیں تمام لوگ اپنے اور بیگلے اس محکم کو سنئے ہی آگئے اور اپنی اپنی ہمت کے مطابق
سب نے سونا چاندی اٹھالیا مگر وہ برسا ہوا زرو نقرہ بدستور اسی طرح نظر آیا آخرش چشم مردمان سے
وہ انبار غائب ہو گیا پھر حضرت سیدن رحمۃ اللہ علیہ نے نواب امیر خان کو فرمایا اے امیر حق تعالیٰ
نے یہ نوازشیں ہم پر فرمائی ہیں اور اسقدر دولت عطا فرمائی ہے کہ اگر اہل مشرق و مغرب جمع
ہوں اور ہر روز ہم سے نان و نفقہ چاہیں تو ہم تفصیلی غذا سب کو دیں اور ہرگز اپنے دل پر پلال
نہ لائیں اور کفایت سے عاجز نہ آئیں اس لئے کہ ہم نے عہد مخفی کیا ہوا ہے اور مخفی رکھنا چاہتے
ہیں تاکہ تمہارا بادشاہ رشک و غبطہ نہ کرنے لگے۔

ذَٰلِكَ فَصَّلُ اللَّهُ يَوْمَ تَبَايَعُوا

میں نے اپنے جدا مجھ سے سنا کہ آپ کے عہد میں یہ طریقہ مقرر تھا کہ جمعہ
کے روز نماز فجر کے بعد سے شام کی نماز تک تمام نازرین و طالبین ذکر و جہیز

حکایت

مشغول ہستے اولعت خوان نعت شوق خراپڑتے اس اثنا میں حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ میں تشریف فرما ہوتے اور جب ذکر ان اپنے ذکر سے خاموش ہوتے تو حضرت سر مبارک مراقبہ سے اٹھتے اور حاکم بن نظیر ڈالتے یہ نظر جس پر پڑتی وہ اسی وقت عالم ناسوت سے عالم لاہوت کی طرف پرواز کر جاتا اور ہر صالح اور طالح کہ اس پر یہ نظر فیض پڑتی اسی وقت عارف باللہ ہو جاتا۔

اور اس حلقہ میں جس جانور چند و چند پر یہ نظر جاتی اُسے شکار نیم مکمل بنا کر زمین پر گرا دیتی اس زمانہ میں ایک شخص عالم فاضل حافظ قرآن جامع کمالات ظاہر و باطن تھے جن کا نام خدایت اللہ تھا ان کے ہزار ہا شاگردان کے ہمارے ہوتے تھے انہوں نے جب بقیہ سنا اور زبان زد دعوا و فغاں یہاں ہوا تو بغرض امتحان حضور سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر آئے اور بطریق مباحثہ کہنے لگے سید صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ عوام و جہال پر نظر فیض اثر ڈالتے ہیں جس کے اثر سے ان کے حالات متغیر ہو جاتے ہیں یہی بھی جناب کی خدمت میں حاضر آیا ہوں اگر یہ باجمیع ہے تو مجھ پر بھی ایک نظر ہو جائے حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس وقت تشریف لے جائیں یہ کام ہر وقت میسر نہیں ہوتا حافظ صاحب نے عرض کیا حضرت میں نے تو سنا تھا کہ آپ کی نظر ہر وقت فیض اثر دیتی ہے پھر میرے لئے قید وقت کیوں حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا میں نے ان کے ہاتھ پر ایک نگاہ ڈالی کہ وہ جوان حافظ زمین سے بلندی کی طرف چلا اور فصائے ہوائی میں قوس کرنے لگا کھنکھوری در بعد زمین پر آیا اور کس پاؤں کے کالاس و اتصال نعرہ لگانے لگا۔ طالبانِ نگاہ نے ان کے ہاتھ پر بانٹھ کر انہیں حجۃ مسجد میں لیجا کر بند کر دیا تین روز بعد انھیں نکھیا تو یہ بہتوں و مدہوش پڑے ہوئے تھے نماز کے وقت ان کے کان میں آواز میں تو ان میں اصلاً حرکت کہنے لگی چوتھے روز حضرت ان کے پاس تشریف لائے اور توجہ دی کہ کہن باگی انہوں نے آنکھ کھولی اور مدہوش میں آئے جو یہی نظر اُس ہنہا پر پڑی اپنا سر ان کے نعلین مبارک پر رکھ کر باپوشِ قدس کو ملنا شروع کیا اور روتے رہے اور یہ آیت پڑھتا بار بار پڑھنے لگے "سُبْحَانَكَ تَبْتَ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ"

بعد ازاں حافظ صاحب نے حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اپنی تمام کتابیں دربارِ دکر کے ماسوائے اللہ سے تکیا کی اختیار فرمایا اور مخلوق سے ہستغناء حاصل کیا حتیٰ کہ شاہ و گرد امیر و فقیر ان کی نظر میں یکساں تھے۔ آپ کو مرتبہ فیاضی اشخ اور فانی الرسول حاصل

ہو گیا اور اس درجہ تقرب بارگاہِ غوثیت حاصل ہو گیا کہ جب بھی حضرت سید سن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ میں کچھ عرض کرنا ہوتا تو حافظ عنایت اللہ صاحب کو فرماتے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق فوراً بلاتا نیز حجرہ مبارک میں جا کر حضرت غوث اعظم کے حضور عرض کرتے اور جواب با صواب آتے۔ درحقیقت اولیائے کرام آفتاب معرفت میں جو ناریکی کو روشن کر سکتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سگ را دلی کند و منگس را میا کند

وہ بھی ہیں خاک کو نظر کیا کریں، گئے ولی بنا دیں منگس کو کھما کریں۔ ان لوگوں کے باطنی حالات اللہ ہی جانتا ہے۔ سعادت مآب حضرت سید سن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پیشاور سے بقصد سیر و سیاحت تشریف لیجانا اور قصبہ ہمت پور میں رونق بخش ہونا اور مظفر نامی کو سلطنت بخشنا۔ یہ قصہ حضرت

حکایت

والد ماجد کی زبانی اس طرح سنا کہ ایک بار حضرت سید سن صاحب رحمۃ اللہ علیہ والد سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملک پیشاور سے بقصد سیاحت اور بغرض زیارت مشائخ ملک کشمیر روانہ ہوئے آپ کے ساتھ آپ کے برادر عزیز سید فضل بہر کا بھتیجہ بوعلی نے مل جل کر قطع مراحل ملک ہمت پور میں وارد ہوئے اس شہر کو پکھلی بھی کہتے ہیں یہاں ایک شخص تھا مظفر نامی وہ باشتیاق تمام خدمت میں حاضر آیا اور بخدمت الحاج و مجرنے کے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور بعد مقدور خدمت وہما نداری بجالایا اور ہر قسم کی اطاعت میں کوتاہی نہ کی تمام شب مثل غلام کمر بستہ رہ کر خدمت انجام دیتا رہا جب صبح ہوئی اور روانگی کا وقت آیا تو مینہ مان سبھی مظفر خدمت میں حاضر آیا اور زمین خدمت کو چوما فی الحال حضرة سید سن رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے سامنے بلایا اور اپنی دستار مبارک اسے عطا کی مظفر نے عرض کی حضور دست برد سلاطین سے ہمت پور پکھلی میں مغلوب پریشان ہوں حضور سے امداد باطنی چاہتا ہوں حضرة نے اس کی پریشانی ملاحظہ فرما کر رحم فرمایا اور اپنی شمشیر مبارک عطا کر کے نہایت جلال کے ساتھ حکم دیا کہ اس ملک کی سلطنت ہم نے تجھ کو بخشی اور جو تجھ پر حاکم ہیں انہیں ہم نے تیرے حکم کے محکوم بنایا خاطر جمع رکھ انشاء اللہ جس طرف تیرا منہ ہوگا تو منصور و مظفر ہے گا۔ چنانچہ چند ایام میں وہ ایسا فتویاب ہوا کہ تمام ملک پکھلی اور کوہستان اس کے تصرف میں آگئے حتی کہ دریا

عبور کر کے اُس نے ایک شہر کی بنیاد رکھی اُس کا نام مظفر آباد رکھا اور جو بادشاہ مظفر کے مقابلہ میں جنگ
 کو آیا اسے ہزیمت ہوئی حتیٰ کہ نوبت باہجارسید کر اب اُسے سلطان مظفر کے نام سے پکارنے لگے۔
 اور سلطان نے سابق اُس کے نوکر چاکر ہوئے۔ بارگاہ سلطان حقیقی سے اُس کا خطاب سلطان مظفر مہنویا
 حدود کشمیر تک اس کی تسخیر میں آئے۔ ملک پہاڑ تک اس کی حکومت ہوئی اور اس وقت اس کی حکومت
 کو آٹھ (۸۰) سال گزرتے ہیں اس کی اولاد بھی اسی طرح قابض و متصرف ہے ان میں سے ایک شخص کا
 کا بیان ہے کہ (سلطان مظفر کہا کرتا تھا) جب میں جنگ جہدال کیلئے سوار ہوتا ہوں تو حضرت سید حسن
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کو) اپنے ساتھ سوار دیکھتا ہوں اور ہر جگہ میرے سامنے روئی افروز ہوتے ہیں سچ
 ہے یہی مضمون اس آیت کریمہ کا ہے۔ **قُلِ اللّٰهُمَّ مَا لَكَ الْاَمْلَکُ تَوَلَّی الْاَمْلَکُ مَنْ**
کَشَاءَ وَتَمْنَعُ الْاَمْلَکُ مَنْ تَشَاءُ وَتَعْصُ مَنْ تَشَاءُ وَتَذَلُّ مَنْ تَشَاءُ
مِیْکَلُ الْخَیْرِ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ مختصر یہ کہ جب حضرت سید حسن رضا
 رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں جلوہ فرما ہوئے تو محلہ عید گاہ میں ایک منصب دار کے یہاں اقامت پذیر ہوئے۔
 اور چھپاہ گرمی کے گزارے انہی ایام میں یہاں کے صرافوں اور بقالوں سے نقد و جنس بطور قرض
 لے کر فقرار و مساکین میں خرچ فرماتے رہے اور اپنے یہاں کے طریقہ کیمطابق نگر جاری کیا۔ درویش و
 مساکین کو روز و شب کھلاتے رہے جب موسم سرما آیا تو حضرت نے یہاں سے سمت پناہ درویشی کا عزم
 فرمایا اور فوجی تیاری شروع کر دی۔ اس نقل مکانی کی خبر قرض خواہوں کے کان تک پہنچ گئی۔ انہوں نے
 جمع ہو کر اپنا قرض طلب کیا حضرت نے فرمایا صبر کرو انشاء اللہ ہم اپنے وطن مالون سے تمہیں
 پیٹری روانہ کر دیں گے۔ صرافاں و بقالاں کو یہ بات بے ثبات و بے اعتبار نظر آئی انہوں نے دُرا
 سخی گیری شروع کی حتیٰ کہ درشت گوئی کی طرف اتر آئے حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے مجبور ہو کر اپنا
 راز ظاہر فرمایا اور حکم دیا جاؤ اُس جگہ جہاں تم بیٹھے تھے اس حجرہ کا بوریا اٹھاؤ اور اپنی اپنی قم
 لے لو۔ حسب الارشاد جب حجرہ میں یہ لوگ پہنچے اور بوریا اٹھایا تو ایک ڈھیر اشرفیوں اور روپوں
 کا پڑا ہوا تھا اپنی اپنی رقم سب نے گن کر حاصل کر لیا اور جو اندھنی اُسے چھوڑ آئے۔ پھر یہ نقص اپنے
 ابنائے جنس سے کیا شدہ شدہ یہ روزنراہوں کی بات نہ تھا اور وہ گروہ کے گروہ حضوری خدمت

میں دوڑے آئے اور غدر و معذرت کرنے لگے اور بہت سے شرف بیعت سے شرف ہوئے یہاں تک کہ رؤسائے کشمیر کا مجمع ہو کر حاضر ہوئے اور سچی ہونے لگے کہ حضور اس ملک میں اقامت اختیار فرمائیں اور ہم لوگوں کو اپنے دولت دیدار سے محروم نہ کریں جب اہل کشمیر ہر اہد کو پہنچا تو حضرت نے اسے مشیت الہی پر موقوف فرما کر بارگاہِ غوثیت میں عرض پیش کی اور پوچھا کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے حکم ملا سید حسن تم کو اپنے وطن بلوف کو جاؤ اور یہاں اپنے بھائی بنو خردار سید محمد فاضل کو اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ جاؤ اس ملک کی ولایت ہم نے نہیں تفویض کی ہے۔

چنانچہ حسب فرمان واجب الاداء تعالیٰ عمل کی گئی حضرت نے فرمایا اے ملک میرے یہاں رہنے پر مصر ہوئے تو میں نے بارگاہِ جنات میں دستگیر میں درخواست کی وہاں مجھے حکم ملا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی سید فاضل کو خلافت دیکر یہاں چھوڑ دوں اور خود راجعت وطن صلی کروں۔ لہذا ائمہ لوگ انہیں میرا نائب جان سمجھو بلکہ یہی حالو کہ میں ہی تھا ہے پس ہوں انشاء اللہ یہ تمہاری تمام مہمات میں کافی ثابت ہونگے۔ اس کے پاس خلافت نامہ لکھ کر حضور غوث پاک (کی خدمت) میں پیش کیا اور سید فاضل رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ دست غوثیت میں دیا حکم ملا سید حسن خط جمع رکھو ہم ان کے محافظ ہیں غرضیکہ حضرت سید فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ بہت پشاور تشریف لے آئے۔ منقول ہے کہ سید فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو قیام کشمیر میں وہ مقام عالی ہنس رہا ہو کہ اکثر اوقات مرنے زرنہ کرنے کا کمال بھی آپسے ظہور میں آیا۔ جو نظام ولایت کا انتہائی درجہ ہے بقول اذا تم الفقر فلو الله۔ یعنی جب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو فقیر فارغ تامل میں آکر خود نہیں رہتا پھر اللہ اس کے پردہ میں جلوہ گری فرماتا ہے۔

حکایت

حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سیر کابل کیلئے تشریف لیجانا اور حال دربان خانہ میں کا شانہ وغیرہا میں نے اپنی دادی صاحبہ سے سنا کہ وہ چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بار جناب حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ سیر کابل کیلئے روانہ ہوئے اور ایک خادم خاص کو دربان خانہ مقرر فرما کر دینے خانہ چھوڑ دیا کہ وہ خادم کسی ضرورت کیلئے اکبر خست پر چڑھا جو گھر کے صحن میں تھا اس مکان مبارک کے ساتھ ہمسائیگی بعض خوش داعرہ نواز ناصر خان کے تھے۔ اتفاق سے اس خادم کی نظر ان کے گھر میں جا پڑی۔ یہ گھر نواز ناصر خان کا شوہر پشت تھا جنگلی کتوں کی طرح عف عف کرتا دوڑا ہوا آیا اور حضرت کے خادم کو درخت سے

انا کر اپنے گھر لے گیا اور خوب بار اور انواع و اقسام کی توہین آمیز باتیں بنائیں بعد ازاں کچھ لوگ اہل محلہ سفارشی
 ہو کر اُسے چھڑ لائے اُسی شب خدائے بزرگ بڑی طرف سے اُس پر یہ گرفت آئی کہ اچانک وہ بخون ہو گیا۔
 اور اس دیوانہ پن کی نوبت یہاں پہنچی کہ تنگی تلوار لیکر اپنوں اور بیگانوں کو مارنا شروع کرنا اور اپنے کپڑے پارہ
 پاؤ کر کے بہنہ ہو گیا اور کسی مرد و عورت میں اُس کے حواس احاس تفاوت نہ کرنے لگے۔ انجام کار یہ ہوا
 کہ طوق و زنجیر سے اُسے مقید کیا گھر میں مقفل رکھا۔ اب اُس پاگل کے درثناء روزانہ حضرت کے
 کاشانہ مبارک پر حاضر ہونے لگے اور عذر و معذرت باآہ و زاری ہوتی رہتی تھی کہ حضرت سید حسن صاحب
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مراجعت کابل سے شہر میں تہر ہوئی۔ تو دود آدمی اُس پاگل کے فرستے والے دو مین
 منزل پر پہنچ گئے۔ اور بہ کمال خرمندگی و انفعال ملاتی ہوئے حضرت نے فرمایا تمہارا مین منزل
 پر استقبال کے لئے آنا تمہاری عادت مستمر کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ بتاؤ۔ عرض کی حضور ہم درد مند
 ہیں اپنی درساں کے لئے حاضر آئے ہیں۔ پھر ماجرائے دیوانگی اُس شخص کا تفصیل عرض کی۔ حضرت
 نے فرمایا اُس پاگل کو پیش کر و حسب الحکم اُس پاگل کو مع طوق و زنجیر پیش کیا۔ اُس نے جیسے ہی حضرت
 کی طرف نظر کی دور سے سرسوق کھڑا ہو گیا اور حضرت کو مودبانہ سلام عرض کیا حضرت حسین صاحب رحمۃ اللہ
 علیہ نے فرمایا اس کے طوق و زنجیر کھول دو تعمیل فوراً کھول دیتے گئے۔ اب وہ پاگل کوئی حرکت ہیجا
 نہ کرتا تھا بلکہ باادب کھڑا ہوا تھا حضرت نے خطاب فرمایا لے مر دینی اس جوان کو کیوں تکلیف دی اور
 کس لئے اسے ایذا پہنچائی وہ جوان بفصاحت تمام عرض پیرا ہوا اے سید حق جس طرح انسانوں میں
 آپ کے مرید و عقیدت مند ہیں میں بھی آپ کا غلام ہوں اور جہاں ہزار ہا سر آپ کے آستانہ پر جھکے ہوئے ہیں،
 میں بھی آپ کے آستانہ پر جھکا ہوا ہوں۔ اس شخص نے دربان دولت سر لئے عالی کی امانت کی اور اسے
 ایذا پہنچائی اور خرم مہترم سیادت کا احترام نہیں کیا۔ اُس روز سے میں نے اُسے پکڑا ہے اور
 جب تک اس کی جان اس کے قابض نہ نکل جائے گی میں ہرگز اسے نہ چھوڑوں گا۔ اور اسی ذلت و
 خواری میں اسے رکھوں گا۔ حضرت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ اب یہ اپنے
 کئے پر شرمندہ و پشیمان ہے اعتراف قصور کرتا ہوا ہمارے سامنے آیا ہے ہم نے اس کی تقصیر
 معاف فرمائی تو بھی اس کے قصور سے درگزر کر اور اس کی اصل حالت پر اسے چھوڑ دے۔ اللہ کے

حکم سے علی الفور اس کا محل تبدیل المصحت ہو گیا۔ ہوش میں آتے ہی وہ شخص آگے بڑھا اور اپنا سر قدم حضرت سید حسن رحمہ اللہ پر ڈالا اور زار زار رونا شروع کیا اور معافی مانگتے لگا۔ ناظرین و سامعین اس واقعہ کو دیکھا کرتے تھے کہ اتنا کشر اور مخالف آج اس طرح عذر خواہ ہے۔ سچ ہے من کان له المولیٰ فله الکمل کے یہی معنی ہیں۔

حکایت

حضرت سید حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کا نواب امیر خان کی عرض پر شکار کیلئے تشریف لیجا نا:۔ یہ واقعہ حاجی صدیق و حافظ محمد عظیم سے سنا گیا۔ یہ دونوں حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور عاشق تھے اور آپ کی صحبت میں اکثر رہتے تھے اور فیض صحبت کے اثرات ان پر ظہور پذیر تھے یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک روز نواب امیر علی خان نے حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور شکار کے لئے تشریف لے چلیں اور تماشا شے شکار ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت نے نواب صاحب کی درخواست قبول فرمائی اور روانہ ہو گئے۔ جب میدان نخچراں میں پہنچے تمام ہرن وہاں سے چل دیئے۔ فوراً نواب صاحب نے لشکر کو حکم دیا کہ شکاروں کا محاصرہ کیا جائے اور کسی ہرن کو مارا نہ جائے اور اتنا محکم حصار کیا جائے کہ ایک ہرن بھی بھاگنے نہ پائے۔ لشکر نے ایسا محاصرہ کیا کہ آہواں صحرا جولا نگاہ میں دوڑتے اور جست کرتے تھے مگر محاصرہ سے نکلنے کی انہیں راہ نہ ملتی تھی حتیٰ کہ حضرت کے توپن قبض کے قریب آئے اور بے دیکھا کہ تیر و تفنگ حضرت کے پاس نہ تھا۔ پھر وہ نے اسی جست کی کہ صفوں لشکر سے باہر آکر اپنے جنگلوں کی طرف چل دیئے۔ امیر علی خان کے لشکریوں میں سے کوئی بکلی متعرض نہ ہوا۔ آخر نواب صاحب نے حضور سے عرض کی حضور ہرن آپ کے سامنے سے گذر کر صف لشکر سے باہر چل دیئے۔ اور کوئی ان سے متعرض نہ ہوا اس کی وجہ معلوم نہ ہوئی اب جو حکم ہو رہا تھا حضرت نے فوراً غمان است بھری اور آواز دی لے شکار کہاں جا رہے ہوں تم ہمارا رزق ہو تمام لشکر دیکھ رہے تھے کہ یک باہر تمام آہو میدان میں ٹھہرے اور زمین پر گر پڑے حضرت نے فرمایا جاؤ انہیں ذبح کرو اور دیکھو ہر آہو کے حکمیں زخم ہے کہ نہیں۔

جب شکار یوں نے ہرن ذبح کیے اور کھجور دیکھا تو ہر ایک ہرن کا کھجور رنجی تھا۔ یہی تو

حضور غوث الثقلین غیث الکونین مغیث اللوین سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی فتوح الغیب میں بیان فرمایا کہ جب سالک درجہ انتہا پر آتا ہے اور وہاں کی ولایت حاصل کر لیتا ہے تو وہ متحقق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے اور نور حکم کن فیکون بقواۓ الفقیر اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون اس سے قوتیں ظہور پذیر ہونے لگتی ہیں۔

لہذا الحق فرمان سید الکونین غوث الثقلین درحقیقت شرح ہے فرمان رسول الثقلین نبی اکرم میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور نے قرب نام کی تصریح میں فرمایا کہ جب بندہ تقرب نوافل سے قرب الہی کے دریا میں مستغرق ہو جاتا ہے تو پھر اس کے اختیارات حصار ذات میں ہو جاتے ہیں پھر اسکی ہر حرکت اسکی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے تو وہ اتنا فاضل ہوتا ہے کہ اس کا وجود مظهر حق ذات ہوتا ہے ہاتھ سے جو بات ظاہر ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ فاکون ید فیبطش بی ورجلا فیمشی بی وبعصر فیبصر بی ولساناً فینطق بی۔ یہی معنی تخلوق یا خلاق اللہ کے ہیں اور مولانا جلال الدین رومی نے بھی اس ہی مضمون کو اپنے رنگ میں فرمایا ہے۔

اللہ اللہ کن کہ اللہ میشوی ✽ ایں سخن حقست باللہ میشوی

گفتہ اؤ گفتہ اللہ بود ✽ گرچہ از خلقوم عبد اللہ بود

مولانا نیاز احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے دوسرے الفاظ میں واضح کیلئے ہے۔

تو کون تھا مٹا کہ تو نہ رہے ✽ مٹھوٹی باتوں کی گفتگو نہ ہے

آرزوئے وصال ہے پردہ ✽ آرزو ہے کہ آرزو نہ ہے

حضرت قبہ الدلائل الام الہدایت شیخ الحدیث سید ابوالمحمد محمد صدیق علی شاہ صاحب قادری نقشبندی قدس اللہ سرہ نے بھی اس مضمون پر فرمایا۔

یہی پردہ دوئی ہے یہی حجابِ جاں ✽ جو یہ آئندہ ہے دل میں کہ وصال یا دوتا
مرا ہے خیر خالی ترے درکِ خاکِ جاں ✽ نہ وہ خاک پاک ہوتی نہ یہ خاکِ سار ہوتا

حکایت

ایک بار حضرت سیدن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں عام شہرہ ہوئی کہ شاہ عالمگیر کی وفات ہوگئی حضرت نے پیش گوئی میں عدم وفات کی خبر دی۔ پتچا میر شاہ سے یہ واقعہ ہے کہ سلطان زمان اور گنیم عالمگیر کی خبر آئی کہ وہ دار الفور سے دار الشریعہ کی طرف رحلت کر گئے اور انہی قسم کے خطوط بھی بخارا و ہندوستان وغیرہ سے لوگوں کی طرف آئے اور اس خبر وحشت اثر سے دیار و بلاد میں انقلاب عظیم شاہ و گداریں رونما ہونے لگا۔ نواب امیر علی خان بھی مغلوب الحال ہوئے اور خدمت سیدن رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو کر عرض کر گئے حضرت نے فرمایا لے نواب دل خوش رکھ اور کسی قسم کا تردد دل پر نہ لاتیر بادشاہ سلامت ہے اور تمام شہر غلط اور بے بنیاد ہے۔ انشاء اللہ آج سے تیسرے روز صبح خبر تم تک آئے گی۔ جو موجب سکین دلہائے حزین ہوگی یہ خبر علم الیقین سے معائنہ کر کے تمہیں بے رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب تیسرا دن ہوا صبح کے وقت قاصد شاہ جہان آباد سے پہنچا اور فرمان شاہی لایا اور امر و رؤساکے نام بھی فرمان لایا جس سے اخبار سلامت آثار موجود تھی کہ یکایک خانہ ناظم الملک میں طبل شادی بلند ہوا اور خیرات و صدقات فقرار و مسکین میں تقسیم ہونے لگے اور بیت سے تحفہ حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لیکر انتہائی بشاشت کے ساتھ امیر علی خان حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور میں حلقہ بگوشان خاص سے ہوں چاہتا ہوں۔ اس اسرار نہائی کے نتیجہ پر مجھے بھی اطلاع مل جائے تو بندہ نوازی ہو حضور نے فرمایا لے امیر تعلیم معلوم حقیقی یہ راز ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اول وفات بالوقوع آئی ہے پھر اس کے بعد وفات بادشاہ رونما ہوگی دینی میری وفات بادشاہ سے پہلے ہوگی اسی وجہ میں شہرہ عامہ پر ہمیں اعتماد نہ ہوا چنانچہ پھر وفات عالمگیر اس طریقہ پر وقوع میں آئی بمضمون شعر

آنچہ در آئینہ جواں بیند پسہ در خشت خام آں بیند

پیش گوئی حضرت سیدن رحمۃ اللہ علیہ کی حادثہ نزول ویا کے متعلق ملک کابل میں

حکایت

اور اس سے نواب امیر علی خان کو حضرت نے خبر دار فرمایا تھا اور بعد میں اس بلا سے نواب امیر علی خان کی وفات گئی۔ یہ واقعہ حضرت والد ماجد سے مذکور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

ایم گرامیس نواب امیر علی خان نے حضرت قبلہ سید حسن رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ امیر علی خان کے ساتھ چند دن کے لئے کابل تشریف لے چلیں۔ چنانچہ حضرت تشریف لے گئے چند دن کے بعد ایک دن حضرت نے فرمایا امیر علی خان جلد راضی ہو کر اس ملک کابل سے باہر نکل جاؤ اس لئے حکم الہی بہا عارضہ عظیم و بکا بللئے الیم بن کر نازل ہوگا۔ اور اس بلل سے کوئی بھی محفوظ نہ رہے گا۔ نواب صاحب نے عرض کی حضور جو کچھ ہوتا ہے وہ ہو کر رہے گا و بکا کے خوف سے بھاگنا نامناسب ہے، حضرت نے دوسرے روز صبح پھر نواب صاحب سے تاکید فرمایا نواب امیر علی خان نے عرض کیا حضور جو کچھ حضور فرما رہے ہیں مجھے اُس یقین ہے لیکن کیا کروں مجبور ہوں ملازم ہوں اگر اس معاملہ کی خیر حل بجائی بہت سوچ گئی کہ امیر علی خان کابل چھوڑ کر بلا حصول اجازت چلا گیا تو مورد غضب سلطان ہو جاؤں گا۔ لاچار گرفتار قفس ملازمت ہونے کی وجہ سے میں نہیں جاسکتا۔ حضرت نے فرمایا اچھا تم تو جانگئے چنانچہ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ بعد از طے منازل و مراحل چند دن کے سفر کے بعد روضہ افروز آباد ہو گئے حضور کو پشاد و تشریف لائے چند نوک گزرے تھے کہ نزول و بللئے عظیم کی خبر کابل کے متعلق مشہور ہو گئی۔ اور اس قدر زور و شور سے و بکا تسلط ہوا کہ رات دن میں ہزاروں موتہ واقع ہوئے لگیں حتیٰ کہ جو شخص دن احباب کے لئے جاتا وہ بھی وہی دفن ہو جاتا اور پاس نہ آتا۔ حتیٰ کہ نواب امیر علی خان بھی اسی محمصہ و ہلکے میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حکایت ایک شخص حضور سید حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بیعت ہوا اور اپنی زبان بارگاہ سید میں سابقہ اولیائے کرام کی کرامتوں کا ذکر کرنے لگا:۔ حضرت فائدہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوا اور حاضری خدمت اختیار کیا اور دربار سید میں حکایات و کرامات اولیاء سابقہ کا ذکر کرنا کرتا رہتا ایک روز کسی بزرگ کا قصہ عرض کرنے لگا کہ وہ دریا پر بغیر حتیٰ و نا خدا گذر جاتے تھے اور ان کے ہمراہی بھی ان کے پیچھے دریا عبور کر لیتے تھے۔ یہ ماجرا حضرت نے سنا اور جواب کچھ نہ دیا اتفاقاً ایک روز ایک شخص بغیر دعوت و براہ و ہشت نگر سے آیا اس قصہ کے راستہ میں دریا کے عظیم واقع تھا جو سمت کابل سے آکر اکمل سے مل جاتا ہے۔ حضرت مع خدام و تائبین

لے گئے اور جب اُس دریا پر پہنچے ملحق کشتیاں لیکر حاضر آئے۔

حضرت سید بن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر راتی پر سوار تھے اور بگھڑا اتنا تیز تھا کہ اسے "بادپا" کہتے تھے وہ خادم جو زنگان سلف کے واقعات کرامت سنایا کرتا تھا حضور رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا اور اپنا ہاتھ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے زین میں بیٹھے کھڑا تھا حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا گھوڑا آبستنی کے نزدیک ہی پہنچا تو حضور نے دریا باگ کو اشارہ فرمایا۔ کہ دوزن میں مرکب مبارک نہج کی ادرستی پر سے کود گیا اور دریا میں پہنچا۔ وہ خادم بھی چونکہ دوال زین تھلے ہوئے تھا گھوڑے کے ساتھ ڈکر دریا میں پہنچ گیا حتیٰ کہ غوطے پر غوطہ لینے لگا اور تیر دریا میں معہ راہوار مبارک پہنچ گیا۔ ساحل پر جو لوگ تھے وہ مشغول آہ و فغان ہو گئے اور بہت سے کپڑے بھارتے لگے تھوڑی دیر گزری تھی کہ راہوار مع سوار و پیادہ دریا سے باہر آئے اور سلامت دوسرے کنارہ پر جلوہ افروز نظر آئے۔ تمام حاضرین سراپہ مسرت و متحیر ہو گئے اور حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف دوڑ کر دست بوسی کرنے لگے۔ آخر شہ حضور کے لباس مبارک کو بچوڑنے کے لئے آگے بڑھے دیکھا تو کپڑے خشک تھے بلکہ پوشاک مبارک پر جو گرد راہ پڑی تھی وہ بدستور تھی اور پانی کا اثر قطعاً نہیں تھا اس نظارۃ تعجب خیز سے سب حیران تھے اور قدرت الہی کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ القصد دریا کو جو زنگان مرکز مقصود پر جلوہ افروز ہوئے چشم اُٹھو اُس خادم قصہ گو کو حضرت نے فرمایا ہے عبداللہ اللہ کی قدرت دیکھی عرض کرنے لگا بیشک حضور اُس وقت فرمایا ایک دن تو دریا سے گزرنے کا حال پہلے ادلیا مکرام کا سنا رہا تھا اب چشم خود اُس کا معائنہ کر لیا کہ کس طرح قعر دیباچے پایاں میں پہنچا اور کس طرح اُس میں سے خشک نکلا۔ "و فوق کل ذی علم علیم" آیت کریمہ اس معنی کی گواہ ہے اس وقت حضرت نے فرمایا ہے درویش یہ جو کچھ تو نے دیکھا یہ بچوں کا کھیل ہے اور کارِ مردان کچھ اور ہیں بلکہ یہی کارِ انیس سالک کیلئے آفات ہیں اس لئے کہ یہ کارِ انیس سالک کے حق میں مانع علو مرتبت ہوتی ہیں اس معنی کی حقیقت کسی نے کہی ہے ۔ مردانِ خدا خدا نساں شد ؟ لیکن زِ خدا جدا نساں شد مروانِ خدا خدا نہیں ہیں لیکن وہ خدا سے جدا نہیں ہیں ؟

حکایت

نواب امیر خان چند لاکھ دم کا فروان بنام ابنائے حضرت سید بن بطور انعام شاہ عالمگیر سے حاصل کر کے لایا جب حضور پیش کیا حضرت نے قبول نہ کیا۔ حضرت الدماجہ سے سنا کہ نواب امیر خان ہائے حصول سعادت چند لاکھ دم کی ایک سند بطور انعام حضور شاہ عالمگیر سے حاصل کر کے

حضور سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر آئے اور دل میں یہ خیال لائے کہ اس خدمت حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ زیادہ رضامند اور مہربان ہونگے۔ دربار سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں امیر علی خان اٹھے اور جب فرمان نہ نکال کر حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آگے پیش کیا حضرت نے جب دیکھا جواب دیا امیر علی! خدا کا اللہ خیراً۔ تم نے خیر خواہی کے ماتحت جو کچھ کیا کیا لیکن میں ان چیزوں کا طالب نہیں اور مجھے اس کی حاجت نہیں تمہیں چاہیے کہ اس مقررہ رسم کو حاجتمندان شہر میں تقسیم کر دنا کہ ان کے قوتِ لایموتہ ہو جائے اور تمہیں اس کا نصیب سے سعادت دارین حاصل ہو۔ امیر علی خان نے مثبت عجز و الحاح کی اور عرض پیرا ہوا کہ حضور اس ہدیہ حقیر کو قبول فرمائیں۔ اور اس سعادت مجھے محروم نہ فرمائیں۔

حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے امیر اللہ والوں سے تو نے نہیں سنا نیتہ المؤمن خیر من عملہ۔ مومن کی نیت خیر اس کے عمل سے افضل ہے۔ تم خوش ہو جاؤ کہ یہ عمل خالص درگاہ بادشاہِ حقیقی میں مقبول و منظور ہے لیکن میں اپنے دل کو اسبابِ سامانِ دنیہ سے بالکل دل برداشتہ کر چکا ہوں اور سبے علیحدہ ہو کر ایک کپے سے یار سے بندھ چکا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری نیت و نظر ماسوائے اللہ سے متعلق ہو اور اب تم ایک مثال سنو تاکہ تمہاری تسلی خاطر کامو جب ہو۔ امیر علی تمہیں عالمگیر بادشاہ کی نوکری حاصل ہے اگر تم اس ملازمت میں کسی دوسرے بادشاہ کی طرف گئے اطاعت پھر تو اپنے بادشاہ کی طرف سے کیا کچھ دیکھو۔ میں غلامِ بادشاہِ حقیقی ہوں جو واجب الوجود صاحب الجود ہے معاذ اللہ اگر میں درگاہِ بے پناہ سے منہ پھیر کر غیر کی طرف رخ کروں تو کیا دیکھوں اور سن لو کس نتیجہ کا مستحق بنوں۔ نواب امیر علی خان ان کلمات کو سن کر آبدیدہ ہو کر لاجواب ہو گیا اور پھر کسی قسم کا اصرار نہ کیا۔ جو کچھ لایا تھا وہ بارگاہِ سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں قبول و منظور نہ ہوا۔ اس حقیقت کی تصریح میں نظم ہائے شیرازی مجھے یاد آئی جو مناسب حال میں نقل ہے۔

غلامِ بختِ آنم کہ زیرِ چرخِ کعبہ سودا
نہ زہرچہ آنکہ تعلق پذیرِ آزاد است

حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملک پونچھ میں تشریف لانا اور واقعہ بیعت

حکایت

اُس ملک کے راجہ کا:- حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ عبدالخالق محمد شاہ بادشاہ لاہور نے فرمایا کہ جب حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیرِ دنیا ملک پونچھ کا عزیمت فرمایا اس وقت مکران ریاست پونچھ راجہ عبدالرزاق تھا آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر خود راجہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی قدیم سبکی سے مشرف ہوا اور بیعت

کر کے پاس روپیہ اور کچھ ارٹھی بطور معاش اور ایک سزار نقد نیاز اور شکرانہ قدس ہوئی پیش کیا۔ پھر عرض کی حضور
اس ملک میں صلحاء و علماء بالکل نہیں رہی کسی کو رہائشی کے لئے اپنے خلفاء میں سے مقرر فرمادیں اور ایک عالم و عابد
نصیحہ مہربان کیلئے مقرر فرمادیں تاکہ سب فیضیاب ہوں اور حصول سعادت کے بہرہ مند ہوں۔ حضور رحمۃ اللہ
علیہ نے حسب خواہش لہجہ ایک عالم سنی قاضی محمد عظیم کو مقرر فرمایا یہ وہ ہی جو پشت پشت حضور کے جد امجد کے
ہمراہ بغداد شریف سے آئے تھے۔ غلام قادر (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کو خلافت علاقہ پونچھ پر سرفراز فرمایا اور
خود تشریف فرمائے سمت لاہور ہو گئے۔

حکایت

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کی درود و وظائف کی کتاب دریا برد ہو گئی اور دوبارہ صحیح سالم
دریا سے برآمد ہوئی۔ میں نے اپنے دادا حضور حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ
سے سنا کہ ان کے والد حسین رحمۃ اللہ علیہ ایک بار ان کے مکانک پشاور تشریف لا رہے تھے جب دریا کے ایک
پرستی میں عبور و درود ہو آئی کتاب درود و وظائف خاص کی خادم کے پاس تھی اتفاقاً خادم کے ہاتھ سے عین
دریا میں غرق ہو گئی خادم سر اسیر ہو کر پریشان ہو گیا اور حضور رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ عرض بھی نہ کر سکا۔ دریا کو عبور
کر کے جب اصل پر پہنچے اور وہاں سے روانہ ہو کر سرے نوشہر میں آئے جو ان کے آٹھ میل بلند تھی (یعنی پشاور کی طرف سے)
یہاں قیام فرمایا رات گزاری۔ صبح نماز تہجد سے فارغ ہو کر خادم سے مجموعہ اوراق طلب فرمائے تاکہ وظیفہ ختم فرمائیں
خادم خوفزدہ لرزاں و زریاں سامنے کھڑکھڑامو اور ماجر لے گزشتہ عرض نہ کر سکا۔ حضرت نے پھر فرمایا ہمارے وظائف
کی کتاب پیش کرو۔ مجبور خادم نے ڈرتے ڈرتے واقعہ عرض کر دیا حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے اسی وقت ہمیں
کیوں نہ خبر کی خادم بولا حضور جب کتاب میری بغل سے نکل کر دریا میں گری میں نے کوشش کی مگر اتنا فائدہ نظر سے غائب
ہو گئی اور میری اسی حالت ہو گئی کہ دل بے زبان گونگے کے ہو گیا اور ماجر لے گزشتہ عرض کرنے کی بھی طاقت نہ رہی
حضرت تیسرے مرتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جاؤ اور دریا کے کنارہ پر جادو دریا لے آئے ایک لمحے میں وہاں پر ایک پانی میں ڈال کر
کہو سید حسن اپنی کتاب چاہتے ہیں۔ خادم نے عرض کی حضور وہ کتاب ان کے راستہ میں گری ہے اور یہ تمام آٹھ کڑے
بلند ہے اس جگہ کس طرح وہ جیسے ہاتھ آئے گی۔ حضرت نے فرمایا او بیخبر اپنے پروردگار پر بھروسہ کرو وہ ذات بیخون
بیچگون تدابیر کی پابندی سے بالاتر ہے۔

منقول ہے سر لے نوشہر پر جو دریا ہے وہ آٹھ کڑے بلند کی طرف لمبی ہے۔ مختصر یہ کہ وہ خادم

سب الحکم رب یارِ پرگار اور بموجب ارشاد حضرت سیدن رحمۃ اللہ علیہ دریا کو وہی کہا جو حکم تھا فوراً وہ تب خادم لے آیا
میں اگلی غامد گئی تب لکھ آیا اور زمین بوس خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا حضور میں بے شور تھا اور نہ اسی جگہ عرس
کر دیتا۔ اب کتاب کا ایک ایک ورق پلٹ کر دیکھا تو اس پر پانی کا ذرہ برابر اثر نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ کتاب
ابھی صندوق سے باہر نکالی گئی ہے۔ اسحق اللہ کے ولی مظہر ذات و صفات الہی ہوتے ہیں اور اپنے رب کی
صفتوں کا انہار پر وہ عباد میں فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت مولوی رموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اولیاءِ راست قدرتہ انزالہ پد تیرہ سترہ بازگردانند زراہ (از سترہم)

حضرت جد امجد شاہ محمد غوث (صاحب) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ والد ماجد حضرت سیدن

حکایت

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مطبخ کا اس قدر اہتمام فرمایا ہوا تھا کہ ہر فقیر عینی ہر وارد و
صادر جب اور جس وقت جس قسم کا کھانا چاہتا ادنیٰ توقف کے بعد اسے وہی کھانا ملتا اور حضور رحمۃ
علیہ بذات خود ادنیٰ و اعلیٰ کی خبر گیری اور احوال پرسی فرمایا کرتے حتیٰ کہ اپنے دست اقدس سے ہر
ایک کو کھانا پہنچاتے اور یہ تمام اخراجات بذریعہ قرض دام پوسے کیے جاتے جب چار یا پانچ ہزار روپیہ
صرف و بقال کا حضرت کے ذمہ ہوجاتا از جانب ذات غائب الغائب اسی قرض ہوتی کہ سب قرض
ادا ہوجاتا۔ قصہ جب حضرت سیدن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سفر واپس اس دنیائے فانی سے عالم
جاودانی کی طرف فرمانا چاہا اس وقت لوگوں کا قرضہ حضور کے ذمہ ہی ہزار کا تھا بعد انتقال ہر کس و
ہر کس فاتحہ خوانی کے لئے آنے لگے اور مجمع میں بیٹھ کر آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے
لگے میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ لوگ اپنے قرض کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ آخر میں نے
دریافت کیا کہ آپ لوگ کیا سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ عرض کی صاحبزادہ صاحب ہم آپ کے والد ماجد کے
کشف و کرامات کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اپنے پروردگار عالم کی صنعت کمال دیکھ رہے ہیں کہ اپنے
محبوب بندوں کی کس شان سے ترکیب فرماتا ہے اور کس طرح مراتب اعلیٰ تک پہنچاتا ہے۔ عقل انسانی
غور و غیث کے بعد بھی عاجز رہ جاتی ہے اور نظر اہل نظر اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ میں نے کہا کم از
کم مجھے بھی اس معجزہ کی اطلاع دیں اور بتائیں کہ پیام دوست دوست کے لئے مثل مغربا استخوان
ہوتا ہے۔ سب نے کہا حضرت، حضرت مرحوم و مغفور کے مرض سے چند یوم ادلی ہی ہمیں معلوم ہو چکا

تھا کہ یہ مرضِ مرضِ وفات ہے تو ہمارے دلوں میں قرضِ دم کا اندیشہ گذرا اور خیال ہوا کہ اگر واقعہ وقوع پذیر ہو گیا تو ہمارے حساب کتاب کا کیا انجام ہوگا۔ ہمیں چاہئے کہ خدمتِ والا درجہ میں حاضر ہوں اور کیفیت کا معائنہ کریں۔ جب رات ہوئی ہم نے ارادہ کیا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں اور عیادۃ کا بیان بنائیں کہ ہم نے دیکھا کچھ لوگ مشعلیں ہاتھ میں لے کر اور تھیلیاں اٹھائی اور روپوں کی بھری ہوئی اٹھائے ایک جگہ جمع ہیں اور حضور کے تمام قرض خواہوں کو بلا ہے ہیں جب ہم سب جمع ہو گئے تو کہنے لگے ہم لوگ حضرت سیدنِ حق رحمۃ اللہ علیہ کے فرستادے ہیں۔ ہمارے ساتھ کھانا کر دو اور جو کچھ حضور کے ذمہ تم لوگوں کا قرض ہے ہم سے لے لو اور تمام کاغذات ہمارے سپرد کر دو۔ غرضیکہ ہم لوگوں نے حساب نکالا۔ ایک ایک پیوہ وصول کر کے کاغذات اُن کے سپرد کر دیئے اور وہ چلے گئے۔ اس واقعہ کو سن کر تمام حاضرینِ جلسہ زار زار رونے لگے۔ اور فراقِ سید میں نالہ زن ہونے لگے میں نے کہا بھائیو اس واقعہ پر مجھے اعتماد نہیں یہ کہتے ہیں کہ تسکات اور کاغذات تمام وہ لیکے بٹھہر میں دیکھتا ہوں اگر وہ کاغذات مل گئے تو صحیح مانوں گا ورنہ نہیں۔ میں نے بحال استعجاب کاغذات دیکھے تو تمام تسکات و دستاویزات موجود تھے اور کما حقہ بے باق حساب تھا۔ اور شاہِ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے تھے کہ جب کبھی امورِ دینی و دنیوی میں مجھے کوئی مشکل پیش آتی اور اُس کے حل میں مجھے مجبوری نظر آتی فی الفور میں حضرت سیدنِ حق رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا کہ یہاں شکل و شمائل اس عالم میں جلوہ فرما ہوتے اور جو نبی نظر میں جلوہ گری فرماتے اور اس شکل کو حل کے نظر سے مخفی ہو جاتے یہ واقعات بعالمِ بیداری ہوتے تھے نہ کہ عالمِ خواب میں۔ بیشک اُولَیَّاءُ اللہِ لَا یَمُوتُونَ بَلْ یُنْقَلِبُونَ مِنْ دَآئِرٍ اِلٰی دَآئِرٍ۔ اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور یہی معنی اس شعر کے ہیں جو حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ہرگز نہ میرا کھدش زندہ شد بد عشق

ثبوت است بر حسبِ ریدۃ عالمِ دوام

ہرگز وہ نہیں مرتا جس کا دل عشق کی حرارت سے زندہ ہے حضورِ عالم پر اس کا قیام و دوام ہمیشہ کیلئے

ثابت ہے۔

حکایت

ہمان نوازی حضرت سید حسن رحمۃ اللہ میں :- جد امجد حضرت شاہ سچ غوث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ غارت خلق سے کچھ ایسی شفقت و محبت رکھتے تھے کہ جیسے پدر شفیق اپنی اولاد کے ساتھ رکھتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی حکم کوئی مرض ہوتا تو یہاں تک لئے تشریف لے جاتے اور اس کی دوا و غذا کا خرچ اپنی جیب خاص سے فرماتے کوئی مقروض اگر قرض خواہوں کی وجہ سے اتنا زیر بار ہوتا کہ اس کی کمزور جاتی تو حضرت اپنے پاس سے اس کو قرضہ ادا فرماتے یا اپنے ذمہ قرضہ لیکر اسے خلاصی دلاتے کسی کو تزدیج پسر یا دختر کے لئے مشکل ہوتی تو فوراً اس کا جہیز مہیا فرماتے اور اسے بخوشی دختر کی شادی سے شاد فرماتے اگر کوئی کثیر البعال اپنی ننگہ سی کا ماجرا خدمت والا میں عرض کرتا تو عمل الفور بمقدار قوت لایموت بومیہ و کسوت ضرور یہ مقرر فرماتے اور وقت مقررہ پر اپنی جیب خاص سے اسے عطا فرماتے دوبارہ اسے عرض نہ کرنے کا موقع ہی نہ دیتے اگر کوئی سپاہی مفلس گھوڑے کے لئے یا اسلحہ کے واسطے پریشان ملاحظہ فرماتے اسی وقت اپنا اسلحہ اس کے گھر سے باندھ کر اپنا سواری کا گھوڑا عطا فرماتے اور رخصت کرتے جو بھوکا حاضر آتا اسے دو پیاز اور شام کا کھانا اپنے مطبخ خاص سے مقرر فرماتے دونوں وقت سینکڑوں درویش مقررہ کھانا وظیفہ پاتے ایک دن ایک فقیر شام کو کہیں رہ گیا نہ آیا اور اس کے کھانے کو روٹی نہ پہنچی خادم مطبخ نے عرض کی حضور فلاں درویش وظیفہ خوار حاضر نہیں ہے فرمایا اس کے حصہ کی روٹی ہمارے پاس لاؤ حسب الحکم اس کی روٹی حاضر کر دی گئی پھر تھوڑی آگ طلب فرمائی اور رات بھر اس کا کھانا خود گرم فرماتے رہے۔ سبح وہ فقیر حاضر ہوا حضور رحمۃ اللہ علیہ نے روٹی اسے پیش کی جب روٹی نے دکھا تو شب کی روٹی تازہ پائی متعجب ہو کر پوچھا سیٹھا حضرت نے فرمایا جب شام کو تو نہیں آیا تو ہمارے دل میں خیال آیا کہ نہ معلوم تو کس وقت آئے اور بھوکا ہو لو ہم نے روٹی ٹھنڈی یوں نہ ہونے دی کہ تو شاید سردی نہ کھا سکے تم رات ہم نے ترکاری آگ پر کچی ادرہم خود تیرے انتظار میں تھے غرضیکہ اس درجہ ناز برداری اور اکرام حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کا کھا الحب لله والبغض فی الله والشفقة علی خلق الله کے یہی معنی ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین ط فقط

یہ رسالہ شریفہ احقر الامام فقیر تاجل حسین بن حضرت آغا جی سید سکندر شاہ صاحب جسی الحسنی قادری چشتی قہر روم و مغفور کے ہاتھ سے لکھا گیا۔ تحریر بتاریخ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۲۹ ہجری المقدس یوم شنبہ۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاحْشُرْنِيْ مَعَ الْوَابِثِيْنَ
وَاَجْدَادِنَا وَمَشَايِخِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ
اَجْمَعِيْنَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ الْاَتْحَادِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ۝

الہی بحق بنی فاطمہ ۝ کہ ہر قول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوت تم رد کنی ورتبول ۝ من و دست دلمان آل رسول